ڈاکٹر عصمت درانی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

نواب بہاول پور صادق محمد خان عباسی رابع (۱۸۶۱-۱۸۹۹ء)

اوران کی مدح میں چند فارسی قصائد و قطعات

Bahawalpur state in South Punjab with its Abbasid Rulers,has governed from 1747 to 1947 A.D.Its official language upto end of 19th century A.D. was Persian.The state rulers had been encouraging to Persian writers and poets of this region which resulted in expansion of not only Persian Literature and poetry but even Urdu and Sraiki Languages flourished under them.Nawab Sadiq Khan IV(1861-1899) era is considered as a rich and glourious period due to his devotion for the State and many social,cultural,economical and educational developments. In this Writeup the selected work in the odes and elegy form of the Persian poets of Bahawalpur state and some others for their loving Nawab 4th have been reviewed.Poets have very successfully reflected the features of his persnality and his dignifiend leadership and they have presented a wonderful tribute to their beloved Nawab.

Key words: 1.Bahawalpur. 2.Persian Literature and poetry in Subcontinent. 3.Nawab Sadiq Khan IV(1861-1899)

ریاست بہاول پور میں جشن و تقریبات کا سلسلہ اور اس موقع پر شعر و ادب کی سر پرستی تقریباً ہر نواب کے دور میں معمول رہا۔ ریاست کے فرمانرواؤں کی ولادت، سال گرہ، شادی، صاحب زادگان کے تولد، موتراشی، ختنے اور عقیقے جیسی رسومات اوران کی زندگی کے دیگر اہم مواقع کے علاوہ ریاست میں رونما ہونے والے اہم واقعات یا اہم تعمیرات کی تواریخ کہنا معمول تھا۔ ان مواقع پر عوام و خواص میں طعام، رقوم اور خلعتیں تقسیم کی جاتیں۔ سال میں تین مرتبہ دربار منعقد ہوتا۔ عید الاضحیٰ، عید الفطر اور تیسرا دربار والی ریاست کی تخت نشینی کا، جو سال گرہ کا دربار کہلاتا۔ ان میں سب سے بڑا اور اہم دربار سال گرہ کا ہوتا، کیونکہ اس میں والی ریاست کی جانب سے اپنی رعایا اور ملازمین کے لیے بہت فیاضی کا اظہار کیا جاتا۔ متعلقین اور متوسلین کی امیدیں بر آتیں، محتاج و مساکین نواب کے بذل و کرم سے بہرہ یاب ہوتے (صادق الاخبار، ۱۲ اپریل ۱۹۰۶ء، ص:۲)۔ رعایا اور ملازمین نذور پیش کرتے۔ ۴ نومبر ۱۸۷۰ء کو

نواب صادق محمد خان رابع کی سال گرہ کے موقع پر نذور پیش کرنے کا قاعدہ وضع کیا گیا۔۱۸۷۲ء میں نواب صاحب کی سال گرہ پر تین سو پچپن افراد میں خلعتیں تقسیم کی گئیں (صادق الاخبار گزٹ، ۲۶ فروری، ص:۹۸)۔۲۷ مارچ ۱۸۸۱ء کے صادق الاخبار میں ریاست کے ان ملازمین کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جنھیں اس سال گرہ کے موقع پر خلعتیں عطا کی گئیں اور نقد انعامات سے نوازا گیا۔شعرا کے قصائد وصول کرنے اور انھیں وظائف اور انعام دینے کا کام ریاست کے محکمۂ تصریفات یا مودی خانہ (Commissariat Department) کے سپرد تھا، جو محل کے انتظام و انصرام سے متعلق تھا اور براہ راست نواب کی ہدایت اور نگرانی میں کام کرتا تھا۔دیگر اخراجات کے علاوہ وظائف، انعامات اور خیرات وغیرہ کی تفویض بھی اسی محکمے کی ذمہ داری تھی۔

ان مواقع پر تمام عہدے دار دربار میں جمع ہوتے۔ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، انگریز (جو پولیس اور فوج میں ملازم تھے) سب ایک ہی درباری لباس پہن کر دربار میں شامل ہوتے، جو گہری سرخ ترکی ٹوپی، کالی اچکن، سفید شلوار، سیاہ موزوں اور سیاہ بوٹ پر مشتمل تھا، اور ہدیۂ عقیدت پیش کرتے (شجاع ناموس، ص:۲۱)۔ریاست کے شعرا اور سرکاری عہدے داران، جن میں بھی اکثریت شعرا کی تھی، تقریبات کی مناسبت سے قصیدے لکھ کر پیش کرتے اور اپنی اپنی قسمت کے لحاظ سے انعام و اکرام سے نوازے جاتے۔مثلاً: مولانا عزیز الدین (۱۸۴۱-۱۹۰۵ء) نواب صادق محمد خان رابع کے درباری شاعر تھے۔ ہمیشہ درباروں کے موقع پر قصائد اور تاریخیں نظم کر کے سرکار میں پیش کرتے اور انعام سے مشرف ہوتے۔سالانہ وظیفے اور دیگر مراعات کے علاوہ ۱۸۵۶ء میں مناسک حج ادا کرنے کے لیے انھیں چار سو روپیہ سفر خرچ، پانچ ماہ کی رعایتی رخصت اور پیشگی تنخواہ بھی دی گئی (عزیز، ۱۹۰۰ء، ص:۱۵۰)۔نامور ریاستی ادیب، شاعر، مؤرخ اور عہدے دار عزیز الرحمان عزیز (۱۸۷۳-۱۹۴۴ء) نے ۱۸۹۲ء میں نواب صادق محمد خان رابع کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر شیخ نصیر الدین (عہد وزارت: ۱۸۹۰-۱۹۲۰ء)، وزیر اعظم ریاست کو پیش کیا جس پر انھیں انعام مرحمت ہوا اور یہ انعام ۱۹۰۷ء تک نہ صرف جاری رہا، بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا (عزیز، ۱۹۴۰ء، ص:۴۳)۔ مقامی اور درباری شعرا کے علاوہ ہندوستان کے مشہور شعرا بھی بہاول پور کے دربار سے وابستہ رہے جو والی ریاست کی سال گرہ کے موقع پر قصائد لکھ کر پیش کیا کرتے تھے۔مثلاً: مرزا عبدالغنی ارشد گورگانی (۱۸۵۰-۱۹۰۶ء) ریاست کے درباری شاعر تھے اور ان کو بہاول پور کی سرکار سے قصیدہ گوئی کے سلسلہ میں دو سو روپیہ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا (امداد صابری، ص: ۷۶)۔حفیظ جالندھری (۱۹۰۰-۱۹۸۴ء) اس دربار کے آخری شاعر تھے جو نواب صادق محمد خان خامس (۱۹۰۴-۱۹۶۶ء) کے عہد حکومت تک یہاں آتے رہے اور قصیدے کہتے رہے۔وظیفے اور مراعات کے علاوہ ۱۹۳۵ء میں انھیں بھی نواب صادق محمد خان خامس کے ہمراہ حج بیت اللہ کی

سعادت حاصل ہوئی (عزیز، ۱۹۳۶ء، ص: ۳۲۰)۔

دربار جانشینی، دربار سال گرہ، دربار عید اور دربار خصوصی تقریبات کے نام سے درباروں کے انعقاد کی روایات ریاست کے آخری دور، بلکہ اس کے بعد تک قائم رکھی گئیں۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۵ء کو نواب صادق محمد خان خامس کے صاحبزادے نواب عباس خان عباسی (۱۹۲۴-۱۹۸۸ء) کی شادی کے موقع پر ۸ مارچ ۱۹۴۵ء کے گورنمنٹ گزٹ بہاول پور میں ایک کورٹ سرکلر از وزیر حضوری قصر صادق گڑھ شائع ہوا، جس کے توسط سے ریاست کے شعرا اور سخنوروں کو اطلاع دی گئی کہ وہ اس موقع کی مناسبت سے اپنے اشعار و قصائد کا ایک نسخہ ۱۶ مارچ ۱۹۴۵ء تک ارسال کر دیں، تا کہ موصولہ قصائد سے انتخاب کیا جا سکے۔ اس سرکلر کے مندرجات میں شامل تھا کہ مقامی شعرا کی طبع آزمائی اور سخن وری خاص توجہ اور کماحقہ داد کی مستحق ہوگی، نیز فرمانروایان ریاست بھوپال، کپورتھلہ، فرید کوٹ، لوہارو، پٹودی اور لس بیلہ، ممبران کونسل وائسرائے اور وزرائے پنجاب کے تشریف فرما ہونے کی توقع ہے، لہٰذا ان معزز مہمانان کا قصائد میں مدحیہ تذکرہ ہو تو عین مناسب ہوگا (صادق الاخبار، ۸ مارچ، ۱۹۴۵ء، سرورق)۔ ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے گورنمنٹ گزٹ (نمبر: ۵۹-جلد ۸۳) میں نواب صادق محمد خان خامس کی جانب سے عقیدت مندوں کے اخلاص کے لیے اظہار تشکر شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے اپنی بیرون ملک سے بخیریت واپسی اور سال گرہ کے مواقع پر موصول ہونے والے قصائد اور تہنیت ناموں کے لیے قدر دانی کا اظہار کیا ہے۔ گورنمنٹ صادق عباس ڈگری کالج، ڈیرہ نواب صاحب (بہاول پور)[۱] کے پرنسپل عبدالمالک جامی (ولادت: ۱۹۴۱ء) کے تحریر کردہ ایک فارسی قصیدے کو سن کر مذکورہ کالج کے بانی، نواب عباس خان عباسی نے چھ کنال زمین کالج کے نام کر دی۔ قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے:

شود کہ ایمن و مامون شوی ز عہدِ فتن   بود بہ کام تو گردد مدار چرخ کہن

(ناصح، ص: ۲۸)

نواب صادق محمد خان رابع ریاست بہاول پور کے دسویں فرمانروا تھے۔ ان سے قبل اس ریاست کے تین فرمانروا صادق محمد خان کے نام سے موسوم ہو چکے تھے۔ نواب صادق محمد خان رابع کا عہد حکومت بجا طور پر اس بات کا مستحق تھا کہ اس کو ترقی اور تہذیب کی صبح صادق قرار دیا جائے۔ شاید اسی لیے یہ فرمانروا، اگرچہ صادق محمد خان رابع کے نام سے موسوم رہے، مگر تمام رعایا انھیں ''صبح صادق'' کے نام سے آخر وقت تک یاد کرتی رہی۔ زیر نظر مضمون میں نواب صاحب کی مختصر سوانح کے ساتھ ان فارسی اشعار، قطعات تاریخ اور قصائد کا ایک مختصر انتخاب شامل کیا گیا ہے جو ریاستی اور بیرون ریاست کے شعرا نے ان کی زندگی کے مختلف مراحل اور مواقع کی مناسبت سے کہے۔

نواب بہاول خان رابع (۱۸۳۷-۱۸۶۶ء) نے ۴ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ کو جمعدار حاجی خان صاحب دولتانی، رئیس گد پورہ، علاقہ ریاست بہاول پور کی دختر نیک اختر سے عقد کیا جن کے بطن سے ۹ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ بمطابق ۱۱ نومبر ۱۸۶۱ء کو چہار شنبہ کے دن علی الصبح ڈیرہ مبارک (موجودہ ڈیرہ نواب صاحب) میں صاحبزادہ جند وڈہ خان کی ولادت ہوئی، جو نواب صادق محمد خان رابع کے نام سے موسوم ہوئے۔تمام ریاست میں خوشی کا اظہار کیا گیا۔تہنیت کے دربار اورعوامی مجلسیں منعقد ہوئیں، توپ خانوں نے سلامی کی شلکیں سر کیں، حکام اور عمائد کو خلعت تقسیم ہوئے، شعرا نے مبارک باد کی نظمیں اور تاریخیں لکھیں۔دائی بختاں،[۲] دایہ مقرر ہوئی۔چنی محمد خان، خان محمد خان اور جمعدار مبدل شاہ خدمتگار مقرر ہوئے۔ستمبر ۱۸۶۲ء میں عباسی خاندان کے دستور کے مطابق گیارہ ماہ کی عمر میں موتراشی کی رسم ڈیرہ مبارک میں ادا ہوئی۔شعرا نے قصائد وتواریخ کہیں اور نذریں، خلعتیں، انعام تقسیم ہوئے (عزیز،۱۹۰۰ء ص:۴۴)۔

مسند نشینی

نواب صادق محمد خان رابع کی مسند نشینی دو مرتبہ ہوئی۔۲۵ مارچ ۱۸۶۶ء کو بہاول خان رابع سات سال، آٹھ ماہ اور پندرہ یوم حکومت کے بعد ۲۹ سال کی عمر میں اچانک وفات پا گئے۔وفات کی خبر سنتے ہی داود پوترہ خوانین کی جانب سے بغاوتیں شروع ہوگئیں اور ولی عہد کی کم سنی مخالفوں کے حوصلے بلند کرنے کا باعث بنی۔لہذا، نواب کی وفات کے تیسرے دن ۲۷ مارچ ۱۸۶۶ء[۳] کو مشیران ریاست: محمد نظام خان، سید امام شاہ، میراں محمد شاہ اور دیوان جتو مل نے سید مراد شاہ (۱۸۶۵-۱۸۷۶ء) نیٹو ایجنٹ کے مشورے سے ۸ ذیقعد ۱۲۸۲ھ/ ۱۷ مارچ ۱۸۶۶ کو چار سال، چار ماہ اور چودہ دن کی عمر میں صاحبزادہ جند وڈہ کو مسند نشین کر کے رسم دستار بندی ادا کر دی۔دستور کے مطابق نمک خواروں نے نذریں پیش کیں اور عمائد کو معمول کی خلعتیں عطا ہوئیں۔یہ پہلی مسند نشینی تھی جس میں اراکین ریاست کے علاوہ بیرون ریاست سے کوئی فرد موجود نہ تھا۔نواب صادق محمد خان ثانی (۱۸۰۹-۱۸۲۵ء) کے فرزند صاحبزادہ جعفر خان (وفات:۱۵ جنوری ۱۸۶۸ء)[۴] نے جب بہاول خان رابع کی وفات کی خبر سنی تو سازشی جماعت اکٹھی کر کے اپنی مسند نشینی کا اعلان کر دیا (مراد شاہ، جلد ۵، ص:۲۵)۔لیکن نواب صادق محمد خان رابع کی والدہ محترمہ (وفات:۱۲ فروری، ۱۸۷۹ء)، جنھیں مائی صاحبہ کہا جاتا تھا، کی درخواست پر ریاست اور کم سن نواب کو انگریز حکومت نے اپنی سر پرستی میں لے لیا تو یہ شورشیں مسدود ہوگئیں اور ۱۵ جون ۱۸۶۶ء کو ڈیرہ مبارک کے نور محل[۵] میں مسند نشینی کا ایک اور پر شکوہ اجلاس منعقد ہوا (عزیز،۱۹۰۰ء، ص:۷۵)۔

برٹش کونسل آف ریجنسی کا دور

انگریز حکومت کی طرف سے ولیم فورڈWilliam Ford (۱۸۶۶-۱۸۶۷ء)،کمشنر ملتان کو ریاست کے معاملات کی درستگی پر مامور کیا گیا۔ ریاست کا انتظام چلانے کے لیے ۱۱۶اگست ۱۸۶۶ءکو برٹش کونسل آف ریجنسی قائم کی گئی۔۲ نومبر ۱۸۶۶ءکو سی سی منچن C.C.Minchin (۱۸۶۶-۱۸۷۴ء)،اسسٹنٹ کمشنر درجۂ اول ڈیرہ غازی خان کو ریاست کا سپرنٹنڈنٹ بنا دیا گیا۔ان کے بعد میجر گری(L.J.H Grey) ریاست کے پولیٹیکل ایجنٹ رہے۔ ریجنسی کے دور، یعنی ۱۸۶۶ء سے ۱۸۷۹ءتک ریاست میں برطانوی طرز کے ادارے بنائے گئے۔عدلیہ، فوج،تعلیم، مال، پولیس،تعمیرات ، انہار، جنگلات ،صحت، بلدیات ، تصریفات اور خزانہ کے محکموں کی بنیاد ڈالی گئی۔کیپٹن منچن نے ۱۸۶۶ء میں مطبع صادق الانوار(حالیہ پنجاب گورنمنٹ پریس بہاول پور) قائم کیا۔اس پریس کے قیام کے ایک سال بعد**صادق الاخبار** کے نام سے سرکاری گزٹ ۱۸۶۷ء میں چھپنا شروع ہوا۔۱۸۷۷ء میں کونسل آف ریجنسی کی تشکیل نو کی گئی اور پنڈت لعل جی پرشاد، شیخ فیروز الدین،راجہ فتح خان، دیوان جتو مل، محمد حسین خان ، مولوی شمس الدین اس کونسل کے ارکان مقرر کیے گئے(عزیز،۱۹۴۳ء،ص: ۱۴۵)۔ ریاست میں قیام امن اور اصلاح و ترقی کے اقدامات کے ساتھ ساتھ کم سن نواب کی تعلیم و تربیت بھی کونسل کے پیش نظر تھی۔جون ۱۸۶۶ء سے نومبر ۱۸۷۹ءتک انگریزی حکومت رہی، جسے ریاست میں مداخلت کے دور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت

نواب بہاول خان رابع کی وفات کے پانچویں دن ۳۰ مارچ ۱۸۶۶ءکو مولوی امیر الدین ساعت ساز، جو ڈیرہ مبارک کے قدیم علما کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے،کی شاگردی میں ان کی تعلیم کا آغاز ہوا اور بسم اللہ خوانی کی رسم دربار میں دھوم دھام سے منائی گئی۔ جون ۱۸۷۱ء میں بغرض تحصیل علم ،انگریزی حکومت کے حسب منشا ڈیرہ مبارک ترک کر کے بہاول پور میں مقیم ہوئے (صادق لاخبار، ۱۸۸۰ء،ص:۲۰۸)۔ بہاول پور میں ملتانی کوٹھی [۶] کو نواب صاحب کی بہاول پور میں درس گاہ اور قیام گاہ کی حیثیت حاصل ہوئی (The Administration Report of Bahawalpur State 1866-67, p:3)۔انھیں انگریز اور ہندوستانی اساتذہ سے تعلیم دلوائی گئی۔انگریزوں نے نواب صاحب کے اتالیق کی حیثیت سے بطور خاص میر اشرف علی (وفات:اگست۱۸۹۱ء) کو منتخب کیا، جو جون ۱۸۶۶ء میں دہلی سے آئے۔ یہاں آنے سے قبل وہ دہلی کالج میں، جو بعد میں اینگلو عریبک کالج بنا، فارسی کے استاد تھے۔ جولائی ۱۸۷۱ء میں آرک کلارک، سپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈز(Court of Wards)

کے کوانگریزی تعلیم کے لیے مامور کیا گیا۔مولوی فرزند علی شاہ کو فارسی کی تعلیم کے لیے کلکتہ سے بلایا گیااور مولوی نبی بخش کوقران مجید کی تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا (صادق الاخبار،۳۱ جولائی ،۱۸۷۱ء،ص:۱۴)۔نواب صاحب نے فرزند علی شاہ سے تیرا کی بھی سیکھی (صادق الاخبار،۴ستمبر ،۱۸۷۱ء،ص:۱۴)۔انگلستان سے مسٹر ڈورن کو بلا کر مستقل اتالیق کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔صاحبزادگان داود پوترہ کے علاوہ پنجاب کے کئی رئیس زادے بھی اس غرض سے بلائے گئے تھے کہ وہ نواب صاحب کے ساتھ تعلیم پائیں ،جس کا مقصدنواب صاحب کوتعلیمی سبقت کی تحریک دلانا اورمل جل کر رہنے کے آداب سکھانا تھا۔چنانچہ ۱۸۷۲-۷۳ء کے دوران نواب نظام الدین خان، ولی عہد ریاست ممدوٹ (جلال آباد، پنجاب) بھی ان کے ہم سبق تھے(عزیز،۱۹۰۰ء،ص: ۴۸)۔۱۸۷۶ء میں پولیٹیکل ایجنٹ نے نواب صاحب کے لیے ولایت کی تعلیم کی تحریک کی ۔اس تجویز کوحکومت پنجاب نے سفارش کے ساتھ بغرض حصول منظوری گورنمنٹ آف انڈیااور بعد ازیں سیکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت میں پیش کیا گیا لیکن بعض ریاستی مصالح کی بنا پر منظور نہ ہوئی۔حکومت پنجاب کی تجویز کے مطابق اپریل ۱۸۷۷ء میں نواب صاحب نے اپنے نئے اتالیق مسٹرڈورن کے ہمراہ تیرہ ماہ کے لیے لاہور جا کر تعلیم حاصل کی۔تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت ،معاشرتی آداب ،ملکی انتظام کا تجربہ،جسمانی صحت اور خط کی مشق بھی برابر جاری رہی (عزیز،۱۹۴۳ء،ص:۱۴۴)۔

سال گرہ کے دربار

اگر چہ صاحبزادہ کی موتراشی کی رسم نواب بہاول خان رابع کی زندگی میں ۱۸۶۲ء میں ادا کی گئی۔لیکن ان کی رسم ختنہ،ان کے والد کی وفات کے بعد ۱۸۶۸ء میں ریاست کے مشیران کی درخواست پر انگریز حکومت کی زیر سر پرستی ہوئی (مراد شاہ گردیزی، جلد ۵ ،ص: ۴۸)۔ان کی سالگرہ کا جشن بھی ہمیشہ اعلیٰ پیمانے پر منایا جاتا رہا۔**صادق الاخبار** کے ایڈیٹر حافظ عبدالقدوس قدسی (دور ادارت:۱۸۷۹-۱۸۹۶) نے نواب صاحب کی سال گرہ کے دو درباروں: منعقدہ ۱۸۹۲ء، بمقام نورمحل ،اور منعقدہ ۱۸۹۵ء، بمقام ڈیرہ مبارک کی روداد لکھی ہے:

> ’’اس دربار سے اگلے دن ایک اور دربار دولت خانہ پر منعقد ہوا جو نہایت مختصر تھا۔اس میں صدارت مآب وزیر نے شعرا میں سے چار صاحبوں کومنتخب کر کے باری باری حضور میں پیش کیا۔اول ملک محمد دین صاحب، انسپکٹر مدارس بہاول پور نے وہ مطبوعہ پوئٹری پڑھ کر سنائی جس کو انہوں نے بڑے خلوص سے تصنیف کیا تھا اور جو نہایت قابل داد ہے۔ان کے بعد عندلیب فصاحت و بلاغت سخنور یگانہ مرزا محمد عبدالغنی صاحب گورگانی تیموری دہلوی ارشد تخلص ،اور ماسٹر اورینٹل ہائی سکول فیروز پور کو وزیر اعظم نے

سامنے آنے کا حکم دیا۔گورگانی مرزا نے کھڑے ہو کر فصاحت کے دریا بہا دیے ......پھر مولوی محمد عبدالمالک اہل کار محکمہ مال اور وحید دہر مولوی حاجی عزیز الدین، خوش نویس سرکار عالی نے ایستادہ ہو کر اپنی شاعری بیان کی......مولوی صاحب کے قصیدے کو ہم نے پڑھا تھا۔کمال کیا ہے۔کل تیس ابیات ہیں۔سات ہزار چار سو دس تاریخیں طرح طرح سے نکال دی ہیں۔ان صاحبوں کو خاص طور پر اور عام گروہ شعرا کو عام طور پر انعام وصلہ مناسب سرکار عالی سے عطا ہوا اور ایک متنفس بھی خالی نہیں گیا۔''
(صادق الاخبار، ۲۹ ستمبر ۱۸۹۲ء، ص:۶)

-''۲۰ اگست ۱۸۹۵ء کو ڈیرہ مبارک میں سالگرہ کا دربار منعقد ہوا۔جس میں خواجہ فرید بھی شریک ہوئے۔بیسیوں شاعر، صدہا قطعہ گو، سینکڑوں قصیدہ گو، حسب عادت رونق افروز ڈیرہ مبارک تھے۔سبھی کو بہت کچھ دیا گیا۔اور مساکین و واعظین و اہل حاجت سب کی حاجتیں روا ہوئیں۔''(صادق الاخبار، ۲۹ اگست ۱۸۹۵ء، ص:۶)

خوشی کے اس موقع پر شعرائے ریاست حسب روایت اپنے ہر دلعزیز فرمانروا کی شان میں محبت آمیز قصیدے کہتے رہے۔مثلاً:

۱۸۷۱ء میں نواب صادق محمد خان رابع کی سالگرہ کے موقع پر مطبع صادق الانوار کے ایڈیٹر، سید مہر شاہ نے درج ذیل قصیدہ لکھا جس میں دربار سال گرہ کی منظر کشی کی گئی ہے:

زہی ز جلسۂ ولادت تازہ شد دوران — کہ عید جملہ جہان است فرمان عیان
بہ سال فرخ ہفتاد و ز انگریزی — یکم ز جنوری و ساعت فرخ بنیان
برای سال ہمایون نواب صادق خان — خدیو معدن الطاف و منبع احسان
بحسب حکم ہمایونت ای گری صاحب — شدہ مزین دربار چون شہان کیان
بنای یافت بصد زیب بارگاہ رفیع — ز خیمہ ہای فلک جاہ وفرش عالی شان
ستادہ شد ز یمین و یسار جم غفیر — پی سلام چنین تیرین عزت و شان
قران یافت ہمین روز چون مہ وخورشید — دو صاحبان کریم النفس سکندر شان
بہ حسب رتبہ و انداز خویش بنشستند — ز ناظمان و رئیسان و فدویت عنوان

ز ازدحام جہان رفت تا فلک ہشتم	نوید عیش بصد شکر حضرت سبحان
شدہ معزز ہر یک بہ خلوت خوش رنگ	چو نونہال ربیع و بہار باغستان
یکا یک از پی آداب سال تہنیتش	زبان کشادہ بصد بندگی از دل و جان
کہ ای گرامی اولاد حضرت عباس	بتو مبارک زین روز و فرخی اوان
بود ز فضل خداوند این چنین گریت	ہمیشہ عقدہ کشائی مہام عالمیان
بصدر دولت و اقبال کامران باشی	باین ترقی و اعزاز حشمت سامان
خصوص عالی ہمت پولیٹیکل ایجنٹ	حفیظِ جان تو آمد مدام روز شبان
ز حسن خلق و قوانین عدل و انصافش	کنون ببین کہ چہ رونق گرفت جملہ جہان
بہ سوی ملک خداداد خویش چشم کشای	کہ ہمچو باغ ارم ہست جا بجا شگفان
بود ہمیشہ چنین صاحب فریدون فر	بہ بخت دولت و اقبال خرم و شادان

(صادق الاخبار، ۸ جنوری ۱۸۷۲ء، ص:۶)

غلام احمد اختر (۱۸۶۰-۱۹۴۲ء) ریاست بہاول پور کے نامور شاعر، ادیب اور سرکاری عہدے دار تھے۔ ۱۹۱۹ء میں ملازمت سے سبک دوش ہونے پر ریاست کے دربار کے مؤرخ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ چند کتب بھی تصنیف کیں (حفیظ، حفیظ الرحمان، صص:۱۳۷-۱۳۸)۔ ۱۸۸۳ء میں انھوں نے نواب صاحب کی مدح میں ۱۲۲ اشعار کا قصیدہ لکھا جو ان کا اولین نمونۂ کلام ہے۔ نمونے کے طور پر مطلع اور مطلع:

خسروان بر سر ز اکلیل مکلل بی کلام	گلخنی دارند بہر پختن سودای خام
چتر عیش و افسر عشرت بہ فرقت برقرار	تخت تو بادا بپا، از حرمت خیرالانام

(صادق الاخبار، فروری ۱۸۸۳ء، ص:۲)

۲۳ اکتوبر ۱۸۸۹ء میں سال گرہ کا دربار ڈیرہ مبارک میں منعقد ہوا۔ ایک دن پہلے ارکان ریاست، افسران، عہدے داران ریاست، صاحبزادگان، دودمان و روساے عالی شان بہاول پور، خیر پور، اوچ، خان پور وغیرہ سے ڈیرہ مبارک پہنچ گئے تھے (صادق الاخبار، ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۹ء، ص:۲)۔ ریاست کے شعرا بھی اس خوشی کے موقع پر شریک تھے۔ مثلاً: نواب صاحب کے خاص ملازم، منشی غلام احمد صادق، جن کے نام کے ساتھ ''ملازم خاص حضور سرکار عالی''

لکھا جاتا تھا، کے اس موقع کی مناسبت سے اشعار:

چو یار بست بہ وصلم بدستمال گرہ — برای زخم جگر گشت اندمال گرہ
سزد بر ابروی آن شوخ خوش جمال گرہ — کہ حسن شاخ بود بر سر غزال گرہ
ز پیچ کاکل خود وارہان دل زارم — کہ زد کبوتر دیرینہ را ببال گرہ
کشاد عقد مرادم صنم بوصل و ز ہجر — نمود در دل اغیار انتقال گرہ
بہ عزم سیر چمن شد یار ہمرہ من — فتاد در دل اغیار از ملال گرہ
الہی دشمن من ہم چو بید بی بر باد — کہ زد بہ نخلِ مرادم شب وصال گرہ
سخن ز چین جبینش چہ برملا گویم — کہ بر زبانِ من افتد دم مقال گرہ
بکار بستۂ تقدیر سعی ما ضرر است — چنانکہ می شود از کشمکش محال گرہ
بہ حسب حال من بی نوا چنین وا کرد — ز روی عقدۂ پیچیدہ این مثال گرہ
کہ کار خیر نمی آید از کف مفلس — کشادہ کی شود از ناخن خیال گرہ
درین تفکر جانکاہ ناگہم آمد — بشارتی کہ ازو وا شد این محال گرہ
کہ بادشاہ تو صادق محمد ای صادق — بہ فرّ خسروی آراست جشن سال گرہ
چہ جشن سال کہ بر رشتۂ درازش باد — بسان عمر خضر در جہان بحال گرہ
ز بخت سعد اگر بہرہ خواہی ای صادق — ز دست جود چنین شاہ ذی نوال گرہ
زہی کریم کہ عالم بدامن مقصود — ز گنج بخشش او بست بی سوال گرہ
گشادہ گشت چو از خاطر گرہ کرم — بدستیاری یزدان ذوالجلال گرہ
ہمی سزد کہ بدرگاہ قاضی الحاجات — کنم دعایی پی ازدیاد سال گرہ
مبارک ای شہ گردون وقار باد ترا — چو ماہ عید بہر سال جشن سال گرہ
الہی باد چو این جشن سعد سالگرہ — بہ سلک گوہر عمرت ہزار سال گرہ
گہر با تاج تو زیبا و تاج بر فرقت — الہی باد چو با سال اتصال گرہ

زمین بظلّ امان تو دیرپا ماند   فلک بہ حکم تو دارد ز امتثال گرہ
مدام چشم ہوا خواہ تو منوّر باد   بود بدیدۂ بدبین ز انہلال گرہ
نصیب طالع بد خواہ تو بحکم قضا   حرام باد کشایش مگر حلال گرہ
الہی عقد مرادات تو کشادہ باد   فتد بکار بداندیش بدمآل گرہ

(صادق الاخبار،۱۴نومبر۱۸۸۹ء،صص:۵-۶)

مولانا عزیز الدین صاحب دیوان شاعر تھے۔فارسی،عربی اوراردو میں نظم کہا کرتے تھے۔۴۳ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ انھوں نے ۱۸۹۰ء میں خط گلزار میں لکھ کر نواب صاحب کی نذر کیا۔اس قصیدے میں بقول شاعر صنعت یہ ہے کہ اس کے پہلے مصرع سے ۱۳۰۸ اوردوسرے مصرع سے ۱۸۹۰ء برآمد ہوتا ہے۔شاعر کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے ہر مصرع سے حساب جمل کے مطابق تخریج لازم ہے۔قصیدہ کے چند اشعار:

چون شدم بیدار از خواب الم   در زمان ہرگز ندیدم درد و غم
ہر کسی را دیدم از عیش و نشاط   می سراید نغمہ ہا در زیر و بم
بوستان دیدم ز شادی بارور   ہر درخت از میوہ میوہ شد بہم
سوسن از عشرت زبان دل بہ ناز   کردہ وا در صبح انور بالنغم
لالہ ہا از گرم خوی شد گلاب   شد گلاب از عنبرش جای ارم
غنچۂ امید گل گل از نوال   بین عجب تر در شگفتہ صبح دم
سرو از راحت شدہ اہل عطا   فاختہ دل شاد و در دامن نعم
عندلیب از انبساط باغچہ   بر سر شاخ گلش گویا علم
ہر گلستان دیدم اندر بارگاہ   درس منت مر خدا را دمبدم
در مساجد ذکر ہای با نوا   دایم از شادی بخواند ہر خدم
داد گر مثلش ندیدم در نماز   در دعا و بر غنا و بر قدم
تہنیت گو ای عزیز بادشہ   با خط گلزار صنعت کن رقم

مدح شاہ ما ز تحریر و عدو ہست بیرون ہم ز گفتن ہر شیم
تا بود دوران بقای روز و شب شاد باشد خسروم از وی حشم
تا بود دور قمر بر سال و ماہ خوش شود با حسن با تاج و علم
چون نوشتم مدح شاہ کام دل شد زر افشان سبز در دستم قلم
پایۂ اشعار من از ارتیاح رفت بر عرش برین یا با قلم
مصرع اول ز ہر شعر ای حکیم سال ہجرت خوان عجب عمدہ رقم
مصرع دویم ز ہر شعر ای مجیب سال عیسی گیر باہش عارضم
پر گہر سفتی عزیزا یادگار مورد تحسین شوی از محتشم

(منظور حسن، اکتوبر، نومبر، ص: ۱۹)

۱۸۹۲ء میں سال گرہ کے موقع پر مولانا عزیز الدین نے تیس اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا۔ شاعر کا دعویٰ ہے کہ اس کے پہلے مصرعے کے نقطہ دار حروف کے اعداد اگر جمع کریں تو ان کا مجموعہ ۱۳۱۰ ہوگا اور دونوں مصرعوں کے بے نقط حروف جمع کریں تو ان کے اعداد ۱۲۲۱ ہوں گے۔ اور اگر ہر پہلے مصرعے کے غیر منقوط حروف کو کسی بھی شعر کے پہلے مصرعے کے غیر منقوط حروف کے اعداد میں جمع کریں تو سال ۱۱۶۴ نکلے گا۔ اسی طرح ہر دوسرے مصرعے کے غیر منقوط حروف کے اعداد کسی بھی شعر کے دوسرے مصرعے کے غیر منقوط حروف کے اعداد میں جمع کریں تو سال ۱۲۷۸ ظاہر ہوگا، جو ممدوح کا سال پیدائش ہے۔ تاہم اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے حساب جمل کے مطابق ہر مصرع سے تخریج شرط ہے:

خامۂ ما دُر فشاند نقد وہم و فکر ہا گر نویسد مدح سلطان معظم شاہ ما
نام او صادق محمد خان و عالی مقتدر عالم دین و اہل دشمن کش و کشور کشا
بلبل باغ و بہار شاہ عباس العلم غنچۂ گلزار ہارون، ماہ لقا، مامون نوا
ثانی اسکندر و دارا نشان و ماہ شکوہ خسرو ملک سیاست شاہ امم والا لوا
مدح جمجاہ شد خوشا فکر عزیز آمال عام جوہر سمط صدا شد در جوابش حبّذا

(منظور حسن، اکتوبر، نومبر، ص: ۲۴-۲۵)

شادیاں اوراولاد

۱۸اکتوبر ۱۸۷۸ءکونواب صادق محمد خان رابع کی شادی، نواب بہاول ثالث (۱۸۲۵-۱۸۵۲ء) کے بھتیجے صاحبزادہ محمد عیسب خان عباسی کی دختر سے انجام پائی۔۲۱ اکتوبر۱۸۷۸ء کے **صادق الاخبار** میں اس شادی کی مکمل روداد جزئیات سمیت بیان کی گئی ہے۔ بڑے پیمانے پر خوشیاں منائی گئیں۔دربار تنبول منعقد ہوا، نذریں پیش ہوئیں،انعام وخلعت کی نوازشات ہوئیں۔اس پُرمسرت موقع پر ریاست کے شعرابھی تہنیت نامے اور مبارک باد کے قصیدے کہہ کر اپنے نواب کی اس خوشی میں شریک ہوئے۔مثلاً: منشی بھگوان داس ذہین نے ، جوسررشتہ دار صدر عدالت اورمجسٹریٹ منچن آباد اورریاست کے ممتاز شعرا میں شمار ہوتے تھے،اس موقع پر درج ذیل قطعات تاریخ کہے:

شاہ ما ، قبلۂ ما ، کعبۂ ما　　　کرد وصلت بہ نجیب الطرفین
نغمہ ای از دف خود زہرہ نواخت　　　چہ زہی گشت قران سعدین(۱۲۹۵ھ)

جناب قبلۂ دل ، کعبۂ جان　　　دُری بگزیدہ است از دُرج لایق
بدین وصلت بہ نسبت بی سروہم　　　قران ماہ بامہراست صادق(۱۲۹۵ھ)[۸]

(صادق الاخبار،۲۱اکتوبر۱۸۷۸ء،ص:۴۹)

مولوی عطا اللہ(وفات:ستمبر۱۹۱۷ء) نے ، جومولوی محمد اعظم بہاول پوری(مصنف **جواہر عباسیہ**) کے خاندان سے تھے ،۱۸۷۸-۱۸۸۳ءاور بعدازیں ۱۸۸۸-۱۹۰۳ءمطبع صادق الانوار کے مہتمم رہے،اس موقع پر درج ذیل اشعار کہے:

شاہ والا بارگاہ گردون رکاب　　　صبح صادق خان بہادر کامران
کرد با اقبال روز افزون خویش　　　عقد شادی کتخدایی این زمان
محفل شادی چنان آراست کرد　　　کس ندیدہ مثل او اندر جہان
از سر بہجت سروش غیب گفت　　　ماہ وزہرہ کرد باہم اقتران(۱۲۹۵ھ)[۹]

(صادق الاخبار،۲۱اکتوبر۱۸۷۸ء،ص:۴۹)

پہلی شادی کے کچھ عرصہ بعدنواب صاحب نے منچن آباد ریاست بہاول پور کے ایک بڑے زمیندار اور رئیس

،کرم خان گدھوکا کی دختر خیر النسا،ملقب بہ گامن خاتون سے نکاح کیا۔ان کے بطن سے منچن آباد میں ۶ ستمبر ۱۸۸۰ء کورات گیارہ بجے، رحیم یار خان (وفات: ۲۶ فروری ۱۸۸۳ء)[۱۰] کی ولادت ہوئی۔نواب اس صبح شکار پر گئے ہوئے تھے۔یہ خبرسن کر شکار میں شریک خدمت گاروں کوتین ہزار روپے بطور انعام عطا ہوئے۔تمام ریاست میں خوشیاں منائی گئیں، جلسے منعقد ہوئے، آتش بازی کی گئی، سرکاری دفاتر میں ایک ہفتہ کی تعطیل کا اعلان کیا گیا (صادق الاخبار گزٹ، ۲۴ شوال، ۱۲۹۷ھ، ص: ۵۵۱)۔ریاست کا ایک ریلوے سٹیشن (نوشہرہ) اور ایک تحصیل (موجودہ شہر رحیم یار خان) اسی صاحبزادہ کے نام سے موسوم کی گئی (صادق الاخبار، ۷ ستمبر ۱۸۸۲ء ، ص:۴)۔ سیدفیض الحسن (وفات: ۱۸۸۲ء)، چیف جج ریاست بہاول پور، نے ستمبر ۱۸۸۰ء کونواب صاحب کے فرزند رحیم یار خان کی پیدائش کے موقع پر نومولود کا تاریخی نام ''مروت خان'' (۱۲۹۷ھ) تجویز کیا اور ایک تہنیتی نظم بھی کہی ،جس کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

نیایش ز بہر جہان آفرین — ستایش پی سرور مرسلین
مروّت چہ خوی پسندیدگان — مروّت چہ روشن کنِ دیدگان
پی مردم خاص نوری بود — بہ دل ہای عامان سروری بود
مروّت درین نام نور جہان — نہادیم در اوّل لفظ خان
کہ از سال مولودش ایما کند — ہم از خوی محمودش القا کند
چہ خوبی کہ خوبی نیاکان اوست — عزیز بزرگان و ہم خان اوست
درازی عمری بسالِ دراز — بخواہیم از حضرت کارساز
حسن بس بخوان از درود و سلام — بکن ہدیۂ روح خیرالانام

(قدسی،ضمیمہ،صص: ۵-۶)

خوشی کے اس موقع پر مفتی غلام سرور لاہوری (۱۸۳۷-۱۸۹۰ء) کی کہی ہوئی تاریخ:

بحمد اللہ کہ در کاشانۂ نواب صادق خان — جوان دولت ولی عہد ریاست پور پیدا شد
نمود از مطلع امید رخ خورشید تابانی — بدولت خانۂ انور چراغ نور پیدا شد
نظر سوی فلک میداشت ہر مشتاق دیدارش — بحمد اللہ کہ این روشن ہلال از دور پیدا شد

چو سروَر گوش کرد این مژدۂ جان بخش از ہاتف　　عجب جوش سرُور اندر دل مسرور پیدا شد

بتاریخش ز روی انبساط این مصرع شد موزون　　گل تازہ بگلزار بہاول پور پیدا شد (۱+۱۲۹۶ھ)

ندا آمد بسال عیسوی از دل دگر بارہ　　بدولت خانۂ محبوب صادق پور پیدا شد (۱۸۸۰ء)

(قدسی،ص:۵۲)

از قاضی سید جمشید علی، پروپرائٹر آفتاب ہند، مدیر جام جمشید و بلند اختر، مراد آباد:

عطا نواب را فرمود حق　　گلی زیبا لطیف و پاک خوشرنگ

پی تاریخ ای جم گفت ہاتف　　گل باغ ریاست نیک آہنگ (۱۸۸۰ء)

منشی بھگوان داس نے اس موقع پر درج ذیل قطعہ کہا:

شہ برجیس طلعت گشت پیدا　　مبارک باد ناہید فلک گفت

شد از برج حمل خورشید تابان　　بتاریخش ملوک اختر ملک گفت (۱۲۹۷ھ)

منشی فیض بخش، محرّر توپ خانہ ریاست بہاول پور نے صاحبزادہ رحیم یار خان کے تولد کے موقع پر یہ اشعار کہے:

چو فرزند داد ایزدِ داد بخش　　بمشکوی نواب حق مشتغل

گلاب از گل عارضش آب آب　　سہی سرو از قامتش منفعل

دہانش دہ آب آبِ حیات　　لب نوشِ او نوشداروی دل

دو ابروی او آبروی ہلال　　ز سیمای او ماہ کامل خجل

خدا عمر این مایۂ زندگی　　کند بست در بست و چل در چہل

چو جُستم ز پیر خرد سال او　　بفرمود لخت جگر حب دل (۱۲۹۷ھ)

(قدسی،ص:۵۵-۵۶)

خیر النسا، ملقب بہ گامن خاتون کے بطن سے دو صاحبزادیاں بھی متولد ہوئیں۔ نواب صاحب نے ایک نکاح بہاول پور کے غربی علاقہ خان پور کے ایک رئیس محمد رمضان خان افغان کی بیٹی سے کیا۔ جس سے ۲۳ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام محمد مبارک خان تجویز ہوا اور وہ شہزادہ ولی عہد اور وارث تخت و تاج ہو کر محمد بہاول خان

خامس کے نام سے موسوم ہوا (مرزا محمد اشرف گورگانی، مولوی محمد دین، ص:۱۴۴)۔اس شہزادے کی ولادت پر بھی ریاست میں جشن منایا گیا۔شعرا نے قصیدے کہے۔ان کی مدح میں کہے گئے فارسی قصائد وقطعات کا ایک انتخاب میں نے اپنے ایک مضمون: ''نواب بہاول خان عباسی پنجم از دیدگاہ فارسی سرایان امارت بہاول پور''[11] میں پیش کیا ہے۔افغان نسل کی ایک خاتون سے بھی نواب صاحب نے شادی کی جس سے ایک بیٹا بلخ شیرعرف حاجی خان (۲۰ دسمبر۱۸۹۳-۲۲اکتوبر۱۹۵۱ء)،اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔

خواجہ فرید سے قلبی وروحانی تعلق

۴فروری۱۸۷۲ءکونواب صادق محمد خان رابع نے چاچڑاں شریف میں حضرت خواجہ غلام فرید کی رسم دستار بندی ادا کی۔حضرت خواجہ کی طرف سے انھیں اعلیٰ نسل کا قیمتی سبز گھوڑا بطور تحفہ پیش کیا گیا اور نواب صاحب نے خلعت فاخرہ اور نذر پیش کی (عزیز، مئی ۱۹۴۱ء، ص: ۴۵)۔۱۱محرم الحرام ۱۸۸۰ء کو نواب صاحب نے خواجہ غلام فرید ،(۱۸۴۵-۱۹۰۱ء) سجادہ نشین چاچڑاں شریف کی خدمت میں بیعت کی اور اس عقیدت مندی کو آخری دم تک اس شان سے نبھایا کہ دنیا اس پیر و مرید کی جوڑی کو ایک دوسرے کا سچا عاشق یقین کرتی تھی (احمد اختر، ص :۱۰۰)۔حضرت خواجہ نے بیس ہزار روپیہ صرف کر کے کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ قاضی صاحب کے روضہ کے سامنے ایک وسیع مسقّف صفہ اور مجلس خانہ تعمیر فرمایا تھا۔نواب صاحب نے بھی اس کی تعمیر کے لیے ایک بڑی رقم عطا کی تھی۔تعمیر مکمل ہونے پر غلام احمد اختر نے درج ذیل اشعار کہے:

پی شمول سعادت کرشمہ ہا دارد	نگاہ ہمت و نام امیر عالی جاہ!
شہی محمد صادق غلام این درگاہ	چو رنگ شہرت حاتم شکستہ طرف کلاہ
عرق بریخت چون دریا خلیفہ احمد یار	اگر یقین نکنی اینک آب و تاب گواہ
خرد لطیفۂ تاریخ آن بہ اختر گفت	زدرک پایۂ اودست آسمان کوتاہ (۱۳۰۴ھ)

(اختر، مئی ۱۹۴۱ء، صص: ۳۷-۳۸)

تعمیرات

نواب صاحب کوتعمیرات سے خاص شغف تھا۔انھوں نے محل اور مکانات جدید طرز پر تعمیر کروائے (صادق الاخبار،۱۸ جمادی الاول،۱۲۹۷ھ،ص:۳)۔بہاول پور کے شمالی جانب بستی ملوک شاہ کے قریب ایک محل تعمیر کرایا اور

اس کا نام نور محل رکھا [۱۲]۔ جو بارہ لاکھ کی لاگت سے ۱۸۷۲ء سے شروع ہو کر ۱۸۷۵ء میں مکمل ہوا۔ محل کا سنگ بنیاد خود نواب صاحب نے رکھا(Shujaat Zamir Dar,Shahid Hassan Rizvi,p:62)۔ بنیاد میں ریاست کے سکّے اور ایک تحریر، جس میں تاریخ بنیاد اور مختصر حالات درج تھے، رکھے گئے تھے۔ مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷-۱۹۱۴ء) نے نور محل کی تعمیر پر مادّۂ تاریخ نکال کر نواب صاحب کو بھجوایا۔ لیکن انھوں نے نور محل کی بجائے شیش محل کی مناسبت سے مادّۂ تاریخ نکالا جسے مولانا عزیز الدین کے مشورے پر فنی نقص کی بنا پر قبول نہ کیا جا سکا (منظور حسن، ستمبر، ص ص:۱۶-۲۶)۔ افسوس کہ بہاول پور کے دستیاب تاریخی ماٰخذ میں مولانا حالی کا تحریر کردہ مادّۂ تاریخ موجود نہیں۔ بعد ازیں صادق الاخبار کے ایڈیٹر، منشی بوڑامل آزاد نے درج ذیل تاریخ کہی:

بنای قصر اعلی چون نہادند — کہ بامش رشک بام آسمان باد
سر خود نزد کرد و آسمان گفت — عروجش تا قیام آسمان باد (۱۲۹۰ھ)

(صادق الاخبار، ۱۲ اگست، ۱۸۷۲ء)

۷۸- ۱۸۸۱ء میں دولت خانہ محل تعمیر کیا گیا جسے نواب صاحب کی سکونت گاہ اور سیکر ٹریٹ کی حیثیت حاصل ہوئی (صدیق طاہر، ص:۱۷۹)۔ نواب صاحب نے اس محل میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی (حالیہ مسجد بلوچ کالونی، بہاول پور)۔ خواجہ فرید اپنی بہاول پور آمد کے موقع پر اسی مسجد میں اپنے معتقدین سے ملاقات کرتے تھے اور خصوصاً نماز جمعہ کی امامت خود کروایا کرتے تھے (صادق الاخبار، ۲۸ مئی، ۱۸۸۵ء، ص:۷)۔ مولانا عزیز الدین، جو خوش نویس، علم جفر کے ماہر، تاریخ گو بھی تھے، اس شاہی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ اس مسجد میں خطاطی اور نقاشی کا ایک باقاعدہ شعبہ ان کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ انھوں نے یہاں قرآنی آیات اور نقاشی کے نادر نمونے بھی اپنے ہاتھوں سے تحریر کیے، اور اس کی تاریخ تعمیر نکالی:

مسجد جامع بفضل کردگار — شد بنا با زیب و تحریر نفیس
گفت استاد ازل سالش عزیز — بانیش صادق محمد خان نویس (۱۳۰۱ھ)

تعمیر کے اختتام پر ایک اور قطعہ تاریخ کہا:

بنا کرد مسجد شہ ذی نوال — پی طاعت قادر ذوالجلال
خرد گفت سالش بگوش عزیز — بگو سال تاریخ تاریخ سال (۱۳۰۲ھ)

(منظور حسن، جنوری ۱۹۶۳ء، ص:۲۱)

نواب صاحب کو مساجد کی تعمیر کا بے حد شوق تھا۔۱۳۰۱ھ میں ایک اور مسجد تعمیر کروائی ،جس کا قطعۂ تاریخ بھی مولانا عزیز الدین نے کہا:

شہنشاہ زمانہ صبح صادق　　چو مسجد ساختہ با زینت و شان
چہ مسجد ، مسجد اقصای ثانی　　چہ خانہ ، خانۂ بی چون یزدان
زہی شان علو و رفعت او　　فہی طرز دلآویز فراوان
فزون از شرح من نقش و نگارش　　کتابہ اش مجلّا و زر افشان
عزیز از طبع خود پرسید سالش　　بگفتا مسجد پر فیض ایمان(۱۳۰۱ھ)

(منظور حسن ،جنوری ۱۹۶۳ء،ص:۱۷-۲۷)

نواب صاحب نے بیت اللہ شریف میں ایک سرائے تعمیر کروائی جس کا نام ''رباط صادق رکھا''۔دروازۂ رباط پر مولانا عزیز الدین کا لکھا عربی قطعہ تاریخ کندہ کیا گیا۔۱۸۸۸ء میں نواب صاحب نے ایک سرائے ریاست میں بھی تعمیر کروائی ،مولانا عزیز الدین نے اس کی موزوں تاریخ اس شعر سے ظاہر کی:

عزیز از بہر تاریخش رقم زد　　شہ صادق محمد خان بانی(۱۳۰۶ھ)

۱۸۸۲ء میں نواب صادق محمد خان رابع نے ڈیرہ مبارک میں اپنی قیام گاہ کے لیے ایک عالی شان قصر کی بنا ڈالی، جو صادق گڑھ محل کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ تعمیر ۱۸۸۲ء سے شروع ہو کر تیرہ سال کے عرصے میں تقریباً ۱۸ لاکھ روپیہ کی لاگت سے ماہر انجینئروں کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچی۔۱۸۹۵ء میں اس کی رسم افتتاح بہت شاندار اور بڑے دربار کے انعقاد سے ادا کی گئی (عزیز، اگست ۱۹۴۰ء، ص:۷-۶)۔حسب روایت یہاں بھی مسجد بنائی گئی۔مولانا عزیز الدین کے تاریخی اشعار:

زہی مسجد پاک عالی بنا　　مطلا و روشن مثال لآلی
عزیزا پی سال تاریخ او　　بگو مسجد خوب سرکار عالی(۱۳۰۷ھ)

عزیز الرحمان عزیز نے بھی اس موقع پر تاریخی اشعار کہے جو اس مسجد میں آج بھی لکھے ہوئے ہیں:

شاہ ما صادق محمد خان بنا　　کرد مسجد از پی دوگانہ
مسجد عالی ندیدم این چنین　　در جہان از خویش افسانہ

گفت ہاتف گو عزیزا سال او — مسجد اعلا بدولت خانہ (۱۳۰۷ھ)

بفضل اللہ درین ایام فرخ — شہ صادق محمد خان عاطف

بنا کردست مسجد از سر نو — برای ساجد و از بہر عاکف

عزیز از بہر سالش گشت سائل — خہی بیت الحرم فرمود ہاتف (۱۳۰۶ھ)

تفویضِ اختیارات

نواب صادق محمد خان رابع کی تخت نشینی اور اختیارات کی تفویض ملکہ برطانیہ کے نمائندے کے طور پر لیفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ ایجرٹن (۱۸۷۷-۱۸۸۲ء) کے ہاتھوں ۲۸ نومبر ۱۸۷۹ء کو بہاول پور کے نور محل میں انجام پائی ۔اس موقع پر محل کو خوب سجایا گیا اور ایک عالی شان دربار منعقد ہوا۔شہ نشین پر دو طلائی کرسیوں پر نواب صاحب اور رابرٹ ایجرٹن متمکن تھے ۔شہ نشین سے نیچے دائیں اور بائیں طرف نقرئی کرسیوں کی دو قطاریں تھیں جن پر پنجاب کی ریاستوں کے متعدد نواب، مہاراجے، اور معتمد امرا و روسا نے علاوہ عباسی خاندان کے ممتاز افراد، ریاست کے درباری، گدی نشین، اراکین اور معزز رئیس تشریف فرما تھے۔ رابرٹ ایجرٹن نے نواب صاحب کو ریاست کے مکمل اختیارات سونپنے کا اعلان کیا ۔ان کے گلے میں موتیوں کی ایک مالا پہنائی اور برطانوی حکومت کی جانب سے ایک بیش قیمت خلعت پیش کی گئی۔ رابرٹ ایجرٹن اور نواب صاحب نے تقاریر کیں۔اختیارات عطا ہونے اور دربار کے اختتام پر توپ خانہ نے باضابطہ سلامی کی شلک کی اور بینڈ نے خوشی اور مبارک باد کا گیت گایا۔مبارک سلامت کا شور برپا ہوا۔نواب صاحب نے تمام اراکین، درباریوں اور نمک خواروں کو انعام و اکرام سے نوازا (عزیز،۱۹۰۰ء، ص: ۷۶)۔اس جلسہ کی منظر کشی مولوی عبدالرحیم، مدرس اوّل ،ویرو وال (ضلع امرتسر، ہندوستان) نے اپنے درج ذیل اشعار میں کی ہے:

چیست امروز این خوشی نوروز عشرت را سبب — جشن شاہانہ کہ شد آراستہ در روزگار

گفت چندان نیست از حال جہانت آگہی — خیز و بین در باغ دوران چون شگفتہ نو بہار

چشم وا کردم، چہ می بینم کہ مانی ازل — بستہ در ارژنگ دوران خوش عجب نقش و نگار

یک طرف خوش نغمۂ عیش و طرب گشتہ بلند — یک طرف نقارۂ شادی و راحت عیش بار

یک طرف اہل نشاط از ناز وجلوہ خوش خرام — ہمچو حوران در بہشت و کبک ہا در سرو زار
ایستادہ با لباس ریشمی سیمین زری — ہر دو جانب با ادب صف بستہ حاجب چوبدار
یک مبارک جلسۂ دربار شاہی منعقد — با ہزاران شان و شوکت جاہ و تمکین وقار
زیب بخش صدر لفٹنٹ گورنر جنرلی — مالک پنجاب سر رابرٹ اجرٹن نامدار
بر یمین نواب صاحب ہمچو مہ پہلوی مہر — جانبین ارکان دولت مثل انجم بی شمار
این چنان دربار عالی دیدم و حیران شدم — گفتم ای حیران دلم را یار غار وغمگسار
حبذا این جلسۂ گردون شکوہ از بہر چیست — کز در و دیوار شان و شوکت آید آشکار
گفت نواب بہاول پور سکندر مرتبت — حضرت صادق محمد خان سلیمان اقتدار
زیب بخش مسند فرمانروای می شود — با مبارکباد و مژد و تہنیات بی شمار
بر چنین جای سعادت تو چرا غافل شدی — زود بر خیز و مہیا کن قصیدہ نور بار

(قدسی،صص:۲۶-۲۵)

لالہ بھگوان داس اور مولوی احمد حسن رسوا، مہتمم مدرسہ اسلامیہ، نے اپنے ذیل کے بالترتیب اشعار میں اختیارات کی منتقلی کا وعدہ ایفا کرنے پر انگریزی حکومت اور میجر گری کو خراج تحسین پیش کیا ہے:

قیصر ہند از کرم ایفای پیمان خوب کرد — ویسرای ہند ہم کرد از وفا مسند نشین
شد شریک جلسہ لفٹنٹ گورنر از کرم — کرد از دست یمین ای شہ ترا مسند نشین
جلسۂ مسند نشینی خوب تر رونق گرفت — راجگان بینید شد نواب ما مسند نشین

(قدسی،ص:۲۸)

این فضیلت گرچہ آمد از عطایای ازل — لیک حسن کوشش میجر گری آمد مفید
سرگری صاحب بہادر کو سٹار آف انڈیا ست — ہست در اقلیم یورپ در فن حکمت وحید
الغرض چون یافتم این مژدۂ دولت رقم — درمیان صادق الاخبار با طرز جدید
در تصور حاضر درگاہ والا یش شدم — بی ہراس از اعتراض و فارغ از گفت وشنید

(قدسی،ص:۱۹)

نواب صاحب کو تفویضِ اختیارات کی یہ تقریب ریاست کے وزیر اعظم، شیخ محمد فیروز الدین (وفات: ۱۸۸۰ء) کے زیر اہتمام بہت خوبی سے انجام پائی ۔حسن کارکردگی کی بنا پر دسمبر ۱۸۷۹ء میں انھیں حکومت کی جانب سے خلعت فاخرہ سے نوازا گیا(صادق الاخبار، ۸ دسمبر، ۱۸۷۹ء)۔مولوی عبدالرحیم کے اشعار میں فیروز الدین کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

یا رب این جلوس میمنت مانوس را | ساز فرخندہ تر از نو روزہای روزگار
وان وزیر اعظم فرخ لقا فیروز دین | خیر خواہ این ریاست عالیہ لیل و نہار
دیگران ارکان دولت عالیہ کز جان و دل | در ترقی ریاست کردہ وقت خود نثار
از نعیم دولتش باشند جملہ بہر یاب | شاد و خورم و خوش کامران و کامگار

(قدسی،ص:۲۷)

اس موقع پر مفتی غلام سرور لاہوری کا ایک قصیدہ:

شکر حق شد جانشین بر مسند آبای خویش | حضرت نواب عالیجاہ صادق خان دین
یافت بر ملک ریاست مالکانہ اختیار | وارث ملک بہاول پور با تاج و نگین
گشت مانند شہان بر تخت خوبی جلوہ گر | نوشئہ خورشید طلعت نو مہ روشن جبین
وارث این خاندان قابض بدولت خانہ شد | گشت مستحکم بجای خویش این رکن رکین
ابر رحمت سایہ گستر بر بہاول پور گشت | خطہ شد گلزار جنت، قصبہ شد خلد برین
بندگان خویش را در دست این بندہ نواز | کرد بہر پرورش تفویض ربّ العالمین
تازہ جان بخشید حق ہر بندہ را زین تازہ جشن | زندہ کرد ہر مردہ دل را حضرت جان آفرین
از زبان حال گفت این فیض بخشی ہر کہ دید | آفرین، صد آفرین، صد آفرین، صد آفرین
پہلوان دین، امیر ابن امیر ابن امیر | در مسلمانان ہمین ست و ہمین ست و ہمین
مہربان شد خالق اکبر بحال بندگان | سایہ گستر گشت بر فتش زمین عرش برین
سرور لاہور در تاریخ این جشن عظیم | گفت: عالی جاہ صادق شد مبارک جانشین(۱۲۹۶ھ)

(قدسی،ص:۳۲)

مولوی نذیر احمد، متخلص بہ گستاخ، ساکن قصبہ انبہٹہ ضلع سہارن پور کے اشعار:

شہ با شوکت و نواب من صادق محمد خان	سلیمانی کہ بر تخت امارت حکمران آمد
تو مثل مہ رئیسان جہان، حول تو چون انجم	تو مثل گل امیران زمان چون بلبلان آمد
شہ صید افگن و شیر افگن و دیو افگن عالم	بوصفش تا چگویم ہر چہ آمد ہمچنان آمد
بماند تا ابد با جلسہ و دربار شاہانہ	چو این دم گلشن عشرت بہار بی خزان آمد
چہ نازد چرخ بر یک کہکشان و در بہاول پور	ز ترتیب چراغان بر زمین صد کہکشان آمد
ز شورِ آمد آمد ہر طرف شوریست در عالم	ز مہمان خود بخود مفہوم شان میزبان آمد

(قدسی،ص:۲۴)

مولوی عبدالمالک صادقی (۱۸۵۵-۱۹۴۱ء) ۱۸۸۳ء میں نواب صادق محمد خان رابع کے دور میں کھوڑی (گجرات) سے بہاول پور آ کر محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے اور پھر مختلف عہدوں سے ترقی کر کے مشیر مال کے عہدے پر فائز ہوئے۔ نواب صاحب کے مقرّب تھے اور اسی نسبت سے صادقی کے نام سے معروف ہوئے۔ اس موقع پر ان کے اشعار:

انتظار از حد گذشتہ فکر و ہوشم را تمام	جلوۂ جان بخش را باید بہر سو بیش و کم
التماسش را جواب اندیش طبعم رد نکرد	علت تاخیر را انگیخت از فکر اتم
جلوہ ہای شوخیم موقوف بر وقت خود است	تا نہد بر تخت دولت صادق الدین خان قدم
تا درین دوران کہ چشم عقل را بُد منتظر	آمدہ در گوش او آوازۂ صوت و نغم
کز سر بخت منور بر سر تخت پدر	شد محمد صادق الدین والی ملک و حشم
نونہال گلشن اقبال و دولت شد بلند	واقف دستور ملک و مالک تیغ و قلم
فخر آبای کرامت اسوۂ دوران دہر	حامیٔ دین محمد مالک خیل امم

(قدسی،ص:۲۹)

حافظ عبدالقدوس قدسی، ۱۸۷۹ء میں سرکاری ہفتہ وار اخبار صادق الاخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ پہلی بار ۱۸۷۹ء

سے۱۸۸۳ء تک اس کے مدیر رہے اور دوسری بار۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۶ء تک اس کی ادارت ان کے سپرد رہی۔انہوں نے سید فیض الحسن کی فرمائش پر **جشن جمشیدی** کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جس میں نواب صادق محمد خان رابع کے جشن مسند نشینی کی مناسبت سے مختلف شعرا کے کہے گئے فارسی،اردو اور عربی قصائد وقطعات،جشن کی روداد، تقاریر اور مختلف اخبارات کے تہنیتی پیغامات وغیرہ شامل ہیں۔فارسی قصائد وقطعات کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں مطبع صادق الانوار سے چھپی۔نواب صادق صاحب کے لیے قدسی کا ایک شعر بحر طویل میں:

باز آمد آن گل در چمن ، باز آمد آن بو در سمن ، باز آمد آن دُر در عدن ، باز آمد آن لعلِ یمن

باز آمد آن گلِ پیرہن ، باز آمد آن سکّہ زن ، صادق محمد خانِ من ، صادق محمد خانِ من

(قدسی،ص:۳۷)

جی سی ایس آئی کا اعزاز

ریاست میں برطانوی ایجنسی کے تیرہ سالہ دور کے بعد جب نواب صادق محمد خان رابع کو اقتدار تفویض ہوا تو رعایا نے اسے ریاست کے حق میں نیک فال اور مبارک شگون قرار دیتے ہوئے نواب کی تخت نشینی کو صبح صادق سے تشبیہ دی۔یہی وہ دور تھا جب ریاستی نشان (State Crest) میں بھی ''صبح صادق'' [۱۳] کے الفاظ شامل ہوئے۔ثابت قدمی،وفاداری اور ایثار کی بنا پر فرمانروائے بہاول پور ''صادق دوست'' کے لقب سے نوازے گئے(صادق الاخبار،۲۰ اپریل ۱۸۸۲ء،ص:۵)۔نواب صاحب نے ریاست کا نظام اتنی عمدگی سے کیا کہ رعایا شاد اور ریاست خوشحال ہوگئی۔۲۵ جنوری ۱۸۸۲ء (۱۲۹۹ھ) کو انگریز حکومت نے ان کو بہاول پور کے حسن انتظام اور دوسری جنگ عظیم میں نیک خدمات کے صلے میں جی سی ایس آئی کا تمغہ مرحمت فرمایا۔اس اعزاز پر ریاست بھر میں بڑے پیمانے پر خوشیاں منائی گئیں اور دربار منعقد ہوئے۔ایک پرشکوہ دربار ۱۳ اپریل ۱۸۸۲ء کو پرانی کوٹھی میں بھی لگایا گیا۔جس کے اختتام پر وہاں موجود سخن وروں نے اپنے اپنے قصائد پڑھ کر سنائے۔نواب صاحب کے اتالیق مولوی محمد حسن (حافظ نصیر الدین خرم بہاول پوری (۱۸۶۹-۱۹۵۱ء) کے والد)،مدرس اول احمد پور شرقیہ کے دعائیہ قصیدے کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

برخیز ای طبع نحیف ،چون بلبل سحری ز جا ‎ ‎ مسکن بہ شاخ عجز کن ،ممتاز شو تو از عصل

در سال ہجری گو دعا ای خان عباسی علم ‎ ‎ ''محکم شجر،اطیب بوی،دائم قوی فرع واصل''(۱۲۹۹)

گو بعد ازین تو عیسوی از راس دولت تمغہ را ‎ ‎ وہ روحہ اجلالی گلی آوردہ تمغہ بی بدل

بہ کرم نثار از عقل گل افشاندہ خواندت با ادب ‎ ‎ سٹار آف انڈیا صادق محمد خان بطل

بس بس محمدن الحسن تو کیستی کاری بجا　　حق دعا شکر نعم گر نقد جان داری حصل

(عزیز، مارچ ۱۹۴۳ء، ص:۱۹)

مولوی عبدالرحیم کے ایک قصیدے کے دو اشعار:

باد عمر و دولت نواب صاحب مستزاد　　چون شکوہ وشان وشوکت بیکران و بیشمار

بخت بیدارش بہ فرخ طالعش بادا توام　　رفعت وشوکت نصیبش دولت واقبال یار

(قدسی، ص:۲۷)

نواب صادق محمد خان رابع کا عدل و انصاف مثالی تھا۔محمد عبدالکریم، مدرس اول، ویرووال ضلع امرتسر کے اشعار دیکھیے:

منوّر گشت چون باغ ارم ملک بہاول پور　　کہ ہر خانہ اش روشن تر از گلزار جنت شد

مبارک بر نواب جم حشم صادق محمد خان　　کہ از عدلش بہاول پور پر از اقبال و دولت شد

چہ گویم از کمال عدل و انصافش کہ کسریٰ ہم　　چو عدلش دید از انصاف غرق عرق خجلت شد

(قدسی، ص:۵۷)

اس موضوع پر مولانا عزیز الدین کا ایک شعر:

شاہ من صادق محمد خان کہ از عدل وکرم　　افتخار دودۂ عباسیان نامیدش

(صادق الاخبار، ۲۱ نومبر، ۱۸۸۹ء، ص:۴)

شیخ محمد نصیر الدین، اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، ضلع جھنگ ۱۹ جون ۱۸۹۰ء کو مدار المہام ریاست مقرر ہوئے۔نواب صاحب کے معتمد وزیر تھے۔مولانا عزیز الدین نے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر متعدد قصائد وقطعات لکھے۔نمونے کے چند اشعار جو ان کی تقرری کے موقع پر کہے گئے:

از عنایات خدا وند کریم　　در ریاست شد وزیر بی نظیر

باز کرد از صدق دل فکر دگر　　بہر تاریخش در آمد در ضمیر

ثانی اسکندر است این شاہ ما　　بایدش دانا ارسطو سان وزیر

بہر تاریخش خرد پرسید سال عیسوی　　گفتمش شیخ نصیر الدین وزیر بادشہ (۱۸۹۰ء)

(منظور حسن، اکتوبر نومبر، ص:۲۵-۲۶)

مولانا عزیز الدین نے ایک سو اسی اشعار پر مشتمل **مثنوی صادق** تحریر کی جو نواب صاحب کے ایک دینی جلسہ قائم کرنے پر نذر گزرانی گئی۔ مثنوی میں حمد، نعت، منقبت صحابہ کے بعد مدح نواب ہے۔ یہ مثنوی فصاحت و بلاغت اور روانی کلام کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جو ۱۸۹۵ء میں شاہی کتب خانے کی زینت بنی۔ اس مثنوی کے چند اشعار:

باسم صادق بخشندۂ جان   زیوح فضل دادہ نور ایمان
بنام صادق فخر عزیزان   عزیز صنعت صاحب تمیزان
بنام صادق بخشندۂ دین   نصیر کافۂ آسفتہ آئین
تعالی اللہ زہی والی دستار   نمایندہ بدل برہان گل از خار
محمد حبّ ایزد فضل رحمان   محمد مہر رحمت نور یزدان
محمد ناصر و عارف بشیری   محمد صادق و منہج نذیری
شہ من رحمت للعالمینی   عزیز امت و نور جبینی
شفیعٌ قائمٌ برٌّ متینٌ   کلیمٌ حافظٌ عدلٌ مکینٌ
نصیرٌ صادقٌ نورٌ بشیرٌ   منیرٌ ناطقٌ نجمٌ نذیرٌ
رسول دلکشی از خواب گاہی   بحلقہ عقل کل بگرفت راہی
بیک چشمک زدن بر وسط عرشی   رسید آن شاہ ما جلوہ ز فرشی
مرا روی لقای چار یارش   زہی جاہ و ثنای چار یارش
ابابکر و عمر ، عثمان علیؓ   ظہیرٌ عادلٌ مجدٌ ولیٌ
غلام آل و ہم اصحاب او ایم   گہر سنجِ سخن بر باب او ایم
عزیز دودمان و شاہ برتر   چہ ساطع خسروی اللہ اکبر
رخ او مطلع انوار امید   جبین بی چین او گویا خورشید
خدایا تا عمل دین محمد   شہم دارای امت باد سرمد
کہ تابد بر فلک مہتاب نامی   بود شاہم شہنشہ دل گرامی

چو من این گوہر ارقام سفتم　　　به امنیت مبارک باد گفتم

نہ شعر این وصف سلطان بصیری　　　نہ شعر این حسن ماہ بہر امیری

نہ شعر این جوشش امواج ایجاب　　　گران مایہ سخن از بحر پنجاب

کہ پنجاب آبروی ہفت کشور　　　خرد گل چین او اللہ اکبر

(منظور حسن، اکتوبر، نومبر، ص:۲۳-۲۴)

۱۸۹۶ء میں مولانا عزیز الدین نے تہنیت عید رمضان کے طور پر نواب صاحب کے حضور یہ شعر پیش کیا، جس کے دونوں مصرعوں سے علیحدہ علیحدہ تاریخ سال عید رمضان ۱۳۱۴ ہویدا ہے:

بود مبارک گلبانگ خاص عید صیام (۱۳۱۴ھ)　　　بشاہ قبۂ اسلام تا بروز قیام (۱۳۱۴ھ)

۱۸۹۸ء میں خیر النسا معروف بہ گانمن خاتون وفات پا گئیں۔ وہ نواب صادق محمد خان رابع کے حرم کی سب سے با اثر اور مقتدر خاتون تھیں اور نواب صاحب کے مزاج میں بہت دخیل تھیں۔ یہ نواب صاحب کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ مولانا عزیز الدین نے ذیل کے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے:

در فراق بیگم غفرلھاجان را بسوخت (۱۳۱۶ھ)　　　شد غذایش یاد او ہر روز و شب چون عاشقان

از مجازی عشق او شد در حقیقت کارگر　　　وصل با محبوب صادق کرد ہمچو کاملان

انھوں نے گانمن خاتون کی لوح مزار کے لیے لکھا:

عزیزا سال ترحیلش رقم کن　　　نبی المجتبیٰ بادا شفیعش (۱۳۱۶ھ)

(منظور حسن، اکتوبر، نومبر، ص: ۲۷)

علم و ادب کی سرپرستی

نواب صادق محمد خان رابع ریاست میں تعلیم عام کرنا اور ریاست کو اس کے ذریعے ترقی دینا چاہتے تھے۔ ۱۳ اپریل ۱۸۸۲ء کو رابرٹ ایجرٹن کی سبکدوشی کے موقع پر نواب صاحب نے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے نارمل سکول کو اینگلو ورنا کیولر ہائی سکول کا درجہ دے کر اس کا نام ''ایجرٹن اپر سکول'' رکھا گیا۔ یہ بہاول پور کا پہلا ہائی سکول کا تھا جسے بعد ازیں کالج کا درجہ دے دیا گیا[۱۴]۔ نواب صاحب اکثر اوقات خود سکول جا کر بچوں کا امتحان لیتے تھے۔ ان کے علمی ذوق اور تعلیمی دلچسپی کے پیش نظر اپریل ۱۸۹۵ء میں اس کالج کا نام ''صادق ایجرٹن

کالج'' رکھ دیا گیا۔ یہاں جن نامور اساتذہ نے درس وتدریس کی خدمات انجام دیں ان میں: مولانا وحید الدین سلیم ،مولوی غلام احمد اختر، اشرف گورگانی اور پروفیسر شجاع ناموس جیسے ذی علم لوگ شامل تھے۔نواب صاحب مطالعہ کتب کے شائق تھے۔مختلف علوم وفنون سے متعلق کتابیں اور ہندوستان اور غیر ممالک سے آئے اخبار و جرائد آپ کے زیر مطالعہ رہتے تھے۔انھوں نے صادق گڑھ محل، ڈیرہ مبارک اور دولت خانہ، بہاول پور میں کتب خانے قائم کیے اور عزیز الرحمان عزیز کو۲۰دسمبر۱۸۹۴ء کو کتاب دار مقرر کیا (ماجد قریشی:ص۱۶۳)۔

نواب صاحب کو مشائخ ، ادبا اور شعرا سے دلی لگاؤ تھا۔ان کے عہد میں اہل فن اور اہل علم دور دراز کے علاقوں سے آئے ۔مثلاً: گوجرانوالہ سے تعلق رکھنے والے مولانا عزیز الدین، جن کا ذکر ابتدا میں کیا گیا، نواب صاحب کے ابتدائی دور میں ریاست کے امیران کی علم دوستی کا چرچا سن کر ہی دربار بہاول پور سے منسلک ہوئے۔انھوں نے نواب صاحب کی فرمائش پر **باز نامہ** کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا اور اسے طلائی قلم کاری سے مزین کر کے نواب صاحب کو پیش کیا۔میر اشرف علی کو ان کے علم وفضل کے باعث ۱۸۸۱ میں نواب صاحب نے میر منشی مقرر کیا۔میر اشرف خود بھی صاحب قلم تھے اور ان کے بیٹے میر افضل حسن اور میر ناصر علی، شاعر، ادیب اور مصنف تھے۔میر ناصر علی نے میر ابراہیم علی خان (۱۸۵۳-۱۸۹۲ء)، وزیر اعظم ریاست کے حکم پر **جغرافیہ بہاول پور** تصنیف کیا جو تیرہ فصلوں اور ایک مقدمے پر مشتمل ہے (صادق الاخبار، ۹ مارچ ۱۸۹۳ء، ص: ۲۲)۔میر افضل حسن صاحب دیوان شاعر تھے، نثر بھی لکھتے تھے ۔یہ دونوں بھائی ریاست میں مختلف عہدوں پر فائز رہے (شہاب دہلوی، ص:۵۱)۔میر ناصر علی نے ۱۸۹۱ء میں ''انجمن موید الاسلام'' کے تحت مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا۔میر ناصر علی اور محسن خان پوری (۱۸۶۷-۱۹۴۴ء) ان مشاعروں میں ریختیاں سنایا کرتے تھے۔ایک مشاعرے میں نواب صاحب نے بھی شرکت کی جس سے ان کی ادب سے دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے (نواز کاوش، ص: ۳۰۲)۔۱۸۸۲ء میں نواب صادق محمد خان رابع کی ملاقات مولوی محمد دین (وفات: ۱۹۳۳ء) سے ہوئی، جو گورنمنٹ کالج، لاہور میں فلسفہ کے استاد تھے۔نواب صاحب نے ان کے علم ولیاقت سے متاثر ہو کر انھیں بہاول پور میں صادق ایجرٹن کالج سے وابستہ ہونے کی ترغیب دی۔مولوی صاحب نے اس دعوت کو قبول کیا۔ ترک سکونت کر کے مستقل طور پر یہاں آباد ہوئے اور اس کالج میں استاد مقرر ہو گئے۔ بعد ازاں وہ ڈائریکٹر تعلیمات، مشیر تعلیمات، چیف سیکرٹری، ممبر ریونیو بورڈ اور کونسل آف ریجنسی کے زمانے میں فنانس ممبر رہے۔حکومت نے ان کی خدمات کے اعتراف میں انھیں '' خان صاحب'' کا خطاب دیا تھا۔تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔انھوں نے فارسی کے معروف شاعر جامی کی مثنوی **یوسف وزلیخا** کی شرح لکھی جو **پند جامی** کے نام سے پہلی بار ۱۹۰۵ء میں بہاول پور سے شائع ہوئی، اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ بہاول پور کی تاریخ

انگریزی میں لکھی جس کا نام A Political History of Bahawalpur State(1833-1866). ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جو اب نایاب ہیں۔محمد اشرف گورگانی (۱۸۶۵-۱۹۲۲ء) دہلی کے مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔نواب صاحب کے عہد میں ۱۸۸۲ء میں بہاول پور آ گئے تھے۔ پہلے صادق الانوار پریس میں بطور مترجم ملازم ہوئے۔ پھر پروفیسر، میر منشی ناظم اور مشیر تعلیم ریاست بہاول پور کے عہدوں پر فائز رہے۔**صادق التواریخ** ان کی علمی یادگار ہے جو انھوں نے نواب صادق محمد خان رابع کے حکم پر مولوی محمد دین کے اشتراک سے تحریر کی لیکن ریاست بہاول پور کی اس تاریخ کی اشاعت نواب صاحب کی وفات کے بعد ۱۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ہوئی۔ اس کے پہلے حصہ میں سقوط بغداد تک بنو عباس کی تاریخ رقم ہے۔دوسرا حصہ سندھ میں داود پوترہ خاندان کے ارتقا اور عروج سے لے کر علاقہ چودری میں ان کی آمد اور ریاست بہاول پور کے ارتقا، یعنی نواب صادق محمد خان اول (وفات:۱۷۴۶ء) سے نواب بہاول خان رابع کی وفات (مارچ ۱۸۶۶ء) تک کے حالات پر مشتمل ہے۔مولانا عزیز الدین نے، جو اس وقت صادق الاخبار کے قائم مقام سپرنٹنڈنٹ تھے، اس کتاب کا قطعۂ تاریخ انطباع لکھا:

الحمد گویم که این گل تاریخ — گشت خندان چو روی گل رویان
شد سطورش چو شاخ گل رنگین — کاغذش زینت سمن بویان
چهره آرای گلشن عباس — رشک ده گلعذار و مهرویان
رونقش داد حکم صادق خان — طبع شد همچو خوی خوشخویان
گشت مطبوع خاطر هر کس — زان پی دیدنش همه پویان
کرد گلگشت باغ تاریخش — فکر این خادم خدا جویان
ناگهان باغبان طبع من — گفت: گلدستۂ سخن گویان(۱۳۱۶ھ)

(گورگانی، اشرف، مولوی محمد دین، ص:۱۰۲)

اسی دور میں ۱۸۸۳ء میں مولوی عبدالمالک صادقی بہاول پور آئے، اور مختلف عہدوں سے ترقی کر کے مشیر مال تک جا پہنچے۔**تاریخ شاہان گوجر**، **شرح قصیدۂ بردہ**، **شرح قصیدۂ غوثیہ**، **النکاح** وغیرہ ان کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔عزیز الرحمان عزیز نے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل **صبح صادق**[۱۵] کے عنوان سے نواب صادق محمد خان رابع کی سوانح عمری لکھی۔

کتاب کے آخر میں مصنف کا لکھا ہوا نواب صاحب کا ایک مرثیہ بھی شامل ہے۔اس کتاب کی تاریخ تکمیل یکم مارچ ۱۹۰۰ء ہے، جسے ریاستی خطاط ،مولوی محمد ہاشم (۱۸۷۸-۱۹۴۳ء) سے کتابت کروا کر نواب بہاول خان خامس (۱۸۸۳-۱۹۰۷ء) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔۱۶۰صفحات پر مشتمل یہ کتاب۱۹۰۰ء میں بہ اہتمام ایس۔ایم حمید،حالی پریس، پانی پت سے شائع ہوئی، جونواب صادق محمد خان رابع کے عہد کا آغاز سے اختتام تک بخوبی احاطہ کرتی ہے۔

وفات

۱۸۹۷ء کے اوائل میں نواب صاحب کے جگر اور پھیپھڑے متاثر ہوئے جس کا باقاعدہ علاج ایک میڈیکل ایڈوائزر کیپٹن سرجن ہرڈ کی زیرنگرانی شروع کر دیا گیا۔تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے شملہ، لاہور، فرید کوٹ وغیرہ بھی گئے۔مگر طبیعت نہ سنبھلی ، اور۳۸ سال کی عمر میں ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء کو صبح دس بج کر پچیس منٹ پر نورمحل میں وفات پا گئے۔تجہیز و تکفین کے بعد شام چار بجے نورمحل کے مشرقی میدان میں قاضی شہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔میت کو ڈیراور لے جایا گیا، جہاں ۱۵ فروری ۱۸۹۹ء کو ڈیراور کے شاہی قبرستان میں اپنے بزرگوں کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔نواب صاحب کی وفات پر خواجہ فرید نے تاریخی مادہ :خورشید دین اسلام (۱۳۱۶ھ) کہا جو اپنے مرید کے لیے ان کے جذبات کا شاہد ہے۔اس موقع پر مولانا عزیز الدین نے ایک سو ایک اشعار کا مرثیہ لکھا۔چند اشعار:

وای بر ظلم فلک ، صد حیف بر جور زمان — آہ بر فوت شہ صادق محمد خان فغان
شد دلم بیرون ز دستم ، تن ز طاقت طاق شد — چون شنیدم رفت از دنیا شہ صاحب قِران
از دل غم دیدہ ام ہرگز مپرس از حال دل — درد ہا دارم بدل صد سوز دارم در روان
خون دل ریزم براہ اشک چون آمد بیاد — شاہ ما صادق محمد عزت عباسیان
حال دل از چشم من پرسید چون گرید کہ دل — چشم من بیند ز ہر چشمی سرشک خون روان
موت سلطان حسرتی دارد بعالم بی قیاس — زانکہ بینم در جہان نالد درا پیر و جوان
این چہ بینی آہ و زاری در ریاست ووزشب — گریہ سازد زہرہ ماہ و مشتری بر آسمان
شد بہاول پور تیرہ تر ز فوت شاہ ما — وا دریغا حسرتا دردا بگوید کہکشان
سال پیدایش برآمد از چراغ کامیاب(۱۲۷۸ھ) — والا(۳۸) وابدال(۳۸) و پاک آواز(۳۸) شد عمر روان
گر ز من پرسی سن ترحیل او ای خواجہ تاش — درد با دل، دل بہ غم مجموع شد تاریخ آن(۱۳۱۶ھ)

پارہ پارہ شد جگر، شد سینۂ من شاخ شاخ شد دل من داغ داغ از حسرت شاہ جہان

مصرع موزون ترحیلش عزیز الدین گفت کرد رحلت زین جہان آن عمدہ نواب زمان(۱۳۱۶ھ)

(منظور حسن، اکتوبر نومبر، ص:۲۶)

وفات کے چوبیسویں روز، ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء کو دولت خانۂ عالیہ بہاول پور میں رسم قل خوانی ادا کی گئی اور اس موقع پر صاحبزادہ محمد مبارک خان عباسی (نواب بہاول خان خامس) کی دستار بندی کی رسم ادا کی گئی۔ ان کے کم عمر اور زیر تعلیم ہونے کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر ریاست کی دیکھ بھال کونسل آف ریجنسی کے سپرد کی گئی، جو کرنل گری (جو اس وقت لیفٹننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی پا چکے تھے) کی زیر نگرانی ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء سے ۱۲ نومبر ۱۹۰۳ء، یعنی نواب بہاول خان خامس (۱۹۰۳-۱۹۰۷ء) کی مسند نشینی تک فعال رہی۔

حوالہ جات

۱- نواب عباس خان عباسی نے گورنمنٹ صادق عباس ڈگری کالج، ڈیرہ نواب صاحب (بہاول پور) ۱۹۶۸ء میں قائم کیا۔ بعد ازیں اسے قومی تحویل میں لے لیا گیا اور ۱۹۸۳ء میں اسے ڈگری کا درجہ دے دیا گیا۔

۲- نواب صادق محمد خان رابع کے حکم سے بہاول پور کے نواحی علاقے محراب والا کے مقام پر ۱۸۹۱ء میں دائی بختاں کی یاد میں ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ دائی بختاں کا مزار بھی اسی مسجد کے احاطہ میں واقع ہے۔ یہ مسجد آج بھی موجود ہے اور ''مسجد دائی بختاں'' کے نام سے معروف ہے۔

۳- بہاول پور کے مستند تاریخی مآخذ: **صبح صادق** از عزیز الرحمان عزیز، (طبع دوم وسوم) (ص: ۱۳۳)، **ریاست بہاول پور کا نظم مملکت**: ۱۸۶۶ تا ۱۹۴۷ء، از ڈاکٹر محمد طاہر (ص: ۱۷۷)، **تاریخ مراد**، از سید مراد شاہ گردیزی کی پانچویں جلد جو حر ریاحی گردیزی نے ڈاکٹر شوکت محمود کی تدوین اور ڈاکٹر اسد اریب کے مقدمہ کے ساتھ ۲۰۱۴ء میں عباس کوشک، الطاف ٹاؤن، ملتان سے اصل مسودے کے عکس سمیت شائع کی، کے تدوین شدہ متن اور دیگر کئی اہم مقالات میں نواب صادق خان رابع کی تخت نشینی کی تاریخ ۱۷ مارچ ۱۸۶۶ء درج ہے۔ جبکہ درست تاریخ ۲۷ مارچ ۱۸۶۶ء ہے (دیکھیے: عزیز، عزیز الرحمان، **صبح صادق**، طبع اول، ص: ۶۸)۔

۴- جعفر خان کو بعد ازاں ولیم فورڈ کی ہدایت پر ملتان جلاوطن کر دیا گیا لیکن داؤد پوترہ خاندان کی ایک اہم شخصیت ہونے کے ناطے ان کے طویل احتجاج کے بعد انھیں بہاول پور میں قیام کی اجازت مل گئی۔ یہاں وہ فتح خان بازار میں مقیم ہوئے، لیکن جلد ہی نواب صاحب کے بہی خواہوں نے انھیں زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ بہاول پور

کے قبرستان ملوک شاہ میں ان کی خستہ قبر موجود ہے جس پر نواب جعفر خان کے نام کا کتبہ بھی لگا ہوا تھا، جواب مٹ گیا ہے (دیکھیے: میرانی، محمد حسن خان، **تذکرہ ملوک شاہ**، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۱۲)

۵- یہاں مراد ڈیرہ مبارک کا نور محل ہے جو ۱۸۲۵ء میں تعمیر ہوا۔ بہاول پور میں نور محل کی تعمیر کے بعد اس کا نام بدل کر نور منزل کر دیا گیا۔اب یہ عمارت منہدم ہو چکی ہے۔

۶- چونکہ یہ عمارت ملتانی دروازے کے باہر تھی اس لیے اسے ملتانی کوٹھی کہا جاتا تھا۔اس اقامت گاہ کو بہاول ثالث کے دور میں مہمان خانے کا درجہ حاصل تھا (مراد شاہ، جلد۴، ص: ۱۹۱)۔ ۱۸۷۰ء میں اس کی تعمیر نو کی گئی۔ بعد ازیں یہاں ناظم تعلیمات کا دفتر قائم ہوا۔ آج بھی بہاول پور میں پرانی سبزی منڈی کے قریب ڈاکٹر راجہ روڈ پر ''پرانی کوٹھی'' کے نام سے یہ عمارت ایک کھنڈر کی شکل میں موجود ہے۔

۷- Court of Wards کا محکمہ کم سن نوابوں اور صاحبزادوں کے معاملات کی دیکھ بھال سے متعلق تھا۔صاحبزادوں کے اتالیق ہی اس محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدوں پر فائز کیے جاتے تھے (دیکھیے: محمد طاہر، **ریاست بہاول پور کا نظم مملکت**، ص: ۲۴۳)

۸- ''قران ماه با مہر است صادق'' کے اعداد ۱۳۰۱ ہوتے ہیں۔شاعر نے پہلے مصرعے میں بی سرِ وہم کہہ کر تخرجہ کا اشارہ دیا ہے یعنی، وہم کی واو کے ۶ عدد خارج کر دینے سے مطلوبہ تاریخ ۱۲۹۵ حاصل ہوتی ہے۔

۹- ''ماہ و زہرہ کرد باہم اقتران'' کے اعداد ۱۲۹۳ ہوتے ہیں۔ شاعر نے پہلے مصراع میں سر بہجت یعنی حرف با کے تین عدد بھی شامل کرنے کو کہا ہے۔اس سے ۱۲۹۵ بنتا ہے جو مطلوبہ تاریخ ہے۔

۱۰- صاحبزادہ رحیم یار خان ساڑھے تین سال کی عمر کو پہنچ کر ۲۴ فروری کو ڈیرہ مبارک میں آتش بازی سے کھیلتا ہوا بارود میں آگ لگ جانے سے جھلس گیا اور ۲۶ فروری ۱۸۸۳ء کو جان بحق ہو گیا (صادق الاخبار، ۲۵ فروری، ۱۸۸۳ء، ص: ۱۴)۔

۱۱- دیکھیے: عصمت درانی، **نواب بہاول خان پنجم از دیدگاہ فارسی سرایان امارت بہاول پور**، پیغام آشنا، سہ ماہی، ثقافتی قونصلیٹ، سفارت اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد، شمارہ ۵۷، ۲۰۱۴ء، صص: ۱۳۰-۱۵۰

۱۲- نور محل کو ریاست کے شاہی مہمان خانے کی حیثیت حاصل رہی۔ جہاں وائسرائے لارڈ کرزن، لارڈ ریڈنگ، لارڈ ویول، ہندوستانی افواج کے متعدد کمانڈر انچیف، بشمول لارڈ کچنر، متحدہ پنجاب کے اکثر لیفٹیننٹ گورنر، عراق کے شاہ فیصل، ہندوستانی ریاستوں کے بیشتر نواب اور مہاراجے، پاکستان کے گورنر جنرل، صدور اور

وزرائے اعظم میں سے سکندر مرزا، ایوب خان، خواجہ ناظم الدین، اور لیاقت علی خان مقیم رہے۔ یہ محل نواب صادق محمد خان خامس کی وفات (۱۹۶۶ء) تک اپنی اصل حالت میں برقرار رہا، مگر ان کی وفات کے بعد کوئی اس کا پرسان حال نہ رہا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں یہاں فوج نے دفاتر قائم کر لیے اور محل کے باغات کٹوا دیے۔ ۲۰۰۲-۲۰۰۳ء کے دوران یہ محل پاک فوج نے عباسی خاندان سے خرید کر اپنی تحویل میں لے لیا (دیکھیے: محمد طاہر، **ریاست بہاول پور کا نظم مملکت**، ص: ۴۲۴-۴۲۶)۔

۱۳- نواب صادق محمد خان رابع کے دور ہی سے ''حواصل'' (Pellican) کے نشان کو ریاستی طغرا کے طور پر اپنایا گیا جس کے نیچے'' صادق دوست'' کے الفاظ درج تھے (Nazeer Ali Shah,p:37)۔ حواصل کے نشان کا مطلب ہے کہ ریاست کا حکمران اس پرندے کی سرشت کے مطابق اپنی اولاد (رعایا) کی پرورش کے لیے وقت پڑنے پر اسے اپنا خون اور گوشت کھلانے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ ''صادق دوست'' کا مفہوم ہے کہ حکمران اپنی رعایا کا سچا دوست ہے۔

۱۴- یہ ایپرا یجرٹن سکول جس عمارت میں قائم کیا گیا وہ بہاول پور کے بازار چاہ فتح خان میں اس سڑک پر واقع ہے جو سرکلر روڈ اور فتح خان بازار کو ملاتی ہے۔ اس عمارت میں ۱۹۱۱ء سے تا حال جوبلی زنانہ ہسپتال قائم ہے۔ ۱۸۸۶ء میں جب یہ کالج معرض وجود میں آیا تو پنجاب میں صرف تین کالج تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور، ایف سی کالج اور سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی۔ پنجاب کی ریاستوں میں مہندر کالج پٹیالہ، ایس ای کالج کے ایک سال کے بعد قائم ہوا۔ کپورتھلہ ریاست میں رندھیر کالج دس سال بعد کھلا۔ ریاست جموں کشمیر میں ایس پی کالج سری نگر اور پرنس آف ویلز کالج کے قیام میں بیس سال لگے۔ ملتان کا ایمرسن کالج ۱۹۲۰ء میں قائم ہوا (دیکھیے: منور علی خان، **ایس ای کالج کے سو سال: ۱۸۸۶-۱۹۸۶ء**، ص: ۲۲)۔

۱۵- **صبح صادق**، عزیز الرحمان عزیز کی اولین تصنیف تھی۔ میرزا ہد حسین کے کتب خانہ، واقع صادق آباد میں اس کتاب کا قلمی نسخہ موجود ہے جو دو سو چونتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۰۰ء میں بہ اہتمام ایس۔ ایم حمید، حالی پریس، پانی پت سے شائع ہوئی۔ یہ ایڈیشن ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے جو نواب صادق خان رابع کے عہد کا آغاز سے اختتام تک بخوبی احاطہ کرتا ہے، جبکہ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں عزیز المطابع سے شائع ہوا، اپنے موضوع اور ترتیب کے لحاظ سے پہلے ایڈیشن سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں نواب صادق محمد خان رابع کی سوانح کو صرف ۴۳ صفحات تک محدود کر کے نواب بہاول خان خامس اور نواب صادق محمد خان خامس

کے حالات بھی شامل کیے گئے ہیں اور صادق محمد خان خامس کے نام معنون کیا گیا ہے۔تیسرا ایڈیشن ،دوسرے ایڈیشن کی عکسی اشاعت ہے جو ۱۹۸۸ء میں اردو اکیڈمی بہاول پور سے شائع ہوا۔دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں تاریخ کی بعض گمراہ کن اغلاط بھی پائی جاتی ہیں۔نواب صادق محمد خان رابع کے عہد کے متعلق مفصل اور مستند معلومات اور محققین کے درست استفادے کے لیے **صبح صادق** کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت نو کی ضرورت ہے۔

مآخذ و مراجع

- احمد اختر ،مرزا (۱۸۹۶ء)،**مناقب فریدی مع ارشادات فریدی ومختصر تاریخ بہاول پور**،مطبع احمدی عقب کلاں محل ،دہلی
- حفیظ ،حفیظ الرحمان (۱۹۳۰ء)،**تاریخ اوچ**، بہاول پور
- شہاب دہلوی ،مسعود حسن (۱۹۸۳ء)، **بہاول پور میں اردو**،اردو اکیڈمی، بہاول پور
- صابری ،امداد (۱۹۶۷ء)،**تاریخ صحافت اردو**، جلد سوم ،راول پنڈی
- صدیق طاہر (۱۹۹۳ء)،**وادی ہاکڑہ اور اس کے آثار**، اردو اکیڈمی، بہاول پور
- عزیز ،عزیز الرحمان (۱۹۴۰ء)،**تاریخ الوزرا**،عزیز المطابع ، بہاول پور
- عزیز ،عزیز الرحمان (۱۹۳۶ء) ، **حج صادق**، پالم پور
- عزیز ،عزیز الرحمان (۱۹۰۰ء: طبع اول) ،**صبح صادق** ، بہ اہتمام ایس۔ایم حمید، حالی پریس، پانی پت
- عزیز ،عزیز الرحمان (۱۹۴۳ء: طبع دوم) ،**صبح صادق** ،عزیز المطابع ، بہاول پور
- قدسی ،عبدالقدوس ،حافظ (۱۸۸۰ء) ،**جشن جمشیدی**، صادق الانوار پریس، بہاول پور
- گورگانی ،مرزا محمد اشرف و مولوی محمد دین (۱۸۹۹ء) ،**صادق التواریخ**،صادق الانوار پریس، بہاول پور
- ماجد قریشی (۱۹۶۴ء)،**دبستان بہاول پور**، ادارہ مطبوعات آفتاب مشرق، بہاول پور
- محمد طاہر (۲۰۱۰ء) ،**ریاست بہاول پور کا نظم مملکت: ۱۸۶۶ تا ۱۹۴۷ء**، بزم ثقافت ،ملتان
- مراد شاہ گردیزی ،**تاریخ مراد**، جلد چہارم ،عکس مخطوطہ ،مملوکہ گلزار احمد غوری ،احمد پوری دروازہ، بہاول پور

- مرادشاہ گردیزی (۲۰۱۴ء)، **تاریخ مراد**، جلد پنجم، تدوین: ڈاکٹر شوکت محمود، عباس کوشک، ملتان
- منور علی خان (سال ندارد)، **ایس۔ای کالج کے سو سال (۱۸۸۶-۱۹۸۶ء)** صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور
- نواز کاوش (۲۰۱۰ء)، **بہاول پور کا ادب**، چولستان علمی و ادبی فورم، بہاول پور

اخبارات و جرائد

- **صادق الاخبار** کے درج ذیل پرچے:

۱۸ جمادی الاول، ۱۲۹۷ھ، ۳ جولائی ۱۸۷۱ء، ۴ ستمبر ۱۸۷۱ء، ۱۲ اگست ۱۸۷۲ء، ۲۱ اکتوبر ۱۸۷۸ء، ۸ دسمبر، ۱۸۷۹ء، ۲۴ شوال، ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء، ۷ ستمبر ۱۸۸۲ء، ۲۰ اپریل ۱۸۸۲ء، ۲۵ فروری ۱۸۸۳ء ، ۶ جنوری، ۱۸۸۷ء ، ۱۳۱ اکتوبر ۱۸۸۹ء، ۱۴ نومبر ۱۸۸۹ء، ۲۱ نومبر، ۱۸۸۹ء، ۲۹ ستمبر ۱۸۹۲ء، ۹ مارچ ۱۸۹۳ء، ۲۹ اگست ۱۹۹۸ء، ۱۲ اپریل ۱۹۰۶ء، ۸ مارچ ۱۹۴۵ء

- اختر، غلام احمد، ''حضرت خواجہ حاجی حافظ غلام فرید علیہ الرحمۃ''، مشمولہ **العزیز**، ماہنامہ، مئی ۱۹۴۱ء، عزیز المطابع ، بہاول پور
- جمیل الرحمان، ''تقریر بموقع جلسۂ تہنیت حصول اعزاز خطاب جی سی ایس آئی منعقدہ چشتیاں بتاریخ ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء''، مشمولہ **العزیز**، فروری، ۱۹۴۱ء، عزیز المطابع، بہاول پور
- شجاع ناموس، ''ایس ای کالج میں میری ملازمت کا زمانہ''، مشمولہ **نخلستان ادب**، ساٹھ سالہ نمبر، ۱۹۷۲ء ، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور
- عزیز، عزیز الرحمان، ''ایوان عالی شان: صادق گڑھ پیلس، مملکت خداداد بہاول پور کے عباسی فرمانرواؤں کا دار الخلافہ''، مشمولہ **العزیز**، اگست، ۱۹۴۰ء، عزیز المطابع، بہاول پور
- ایضاً، ''مملکت خداداد بہاول پور میں اردو لٹریچر کی تاریخ''، مشمولہ **العزیز**، مارچ ۱۹۴۳ء، عزیز المطابع، بہاول پور
- ایضاً، ''پیر و مرید''، مشمولہ **العزیز**، مئی ۱۹۴۱ء، عزیز المطابع، بہاول پور
- عصمت درانی، ''نواب بہاول خان پنجم از دیدگاہ فارسی سرایان امارت بہاول پور''، مشمولہ **پیغام آشنا**، سہ ماہی،، شمارہ ۵۷، ۲۰۱۴ء، ثقافتی قونصلیٹ، سفارت اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد
- محمد طاہر، ''خطۂ بہاول پور-ایک تاریخ، ایک سرگذشت''، مشمولہ **الزبیر**، سہ ماہی،، شمارہ ۳، ۲۰۰۱ء، اردو اکیڈمی

، بہاول پور

- منظور حسن، کیپٹن، ''حیات عزیز''، مشمولہ **نور التعلیم**، ماہنامہ، اکتوبر-نومبر ۱۹۶۲ء، گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، گکھڑ
- ایضاً ''حیات عزیز''، مشمولہ **نور التعلیم**، جنوری ۱۹۶۳ء، گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، گکھڑ
- ناصح، اے۔ ایم، ''بوے گل''، مشمولہ **العباس**، شمارہ ۴، ۱۹۸۳ء، گورنمنٹ صادق عباس ڈگری کالج، ڈیرہ نواب صاحب

English Books:

- *The Administration Report of Bahawalpur State 1866-67*.
- Shujaat Zamir Dar,Shahid Hassan Rizvi,*Sights in the Sands of Cholistan:Bahawalpur's History and Architecture*, Karachi Oxford University Press,2007.
- Nazeer Ali Shah,*Sadiq Nama*,Lahore,1953.